شریعت اسلامی قانون سازی اور قانون کے نفاذ میں تدریج کے درمیان

تحریر

شیخ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی

نام کتاب: شریعت اسلامی قانون سازی اور قانون کے نفاذ میں
تدریج کے درمیان
مصنف: شیخ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی
مترجم:
صفحات: ۷۸
قیمت:
سن اشاعت: ۲۰۱۱ء

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

تمہید
مولف کامختصر تعارف
مقدمہ
وجہ تالیف
پہلی فصل :تعریفات
دوسری فصل : گمراہ کرنے میں شیطان کا رول
تیسری فصل لوگوں کوکامیابی سے ہمکنار کرنے والے اعمال وہی ہوتے ہیں جن میں تدرج کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے
چوتھی فصل : سارے جہانوں کے لئے اللہ کی ربوبیت اپنی تمام صفات کے ساتھ عروج وزوال کی دونوں حالتوں میں تدرج کی سنت کاالتزام کرتی ہے
پانچویں فصل : لوگوں کے لئے ربانی رسالتوں اور رسالت خاتم میں تشریعی تدرج
چھٹی فصل :اسلامی شریعت کے احکام کے نفاذ میں تدرج
ساتویں فصل : نفاذ کے مبادیات وترجیحات کے سلسلہ میں چند باتیں
خاتمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید:

الحمد لله رب العالمين وأفضل الصلاة وأتم التسليم على المبعوث رحمة للعالمين سيدنا ونبينا محمد وعلى آله الطيبين وأصحابه الغر الميامين، ومن تبعهم وسار على هديهم إلى يوم الدين، وبعد!

شریعت اسلامی کے احکام کے پوری طرح نفاذ کے سلسلہ میں اعلیٰ سطحی مشاورتی کونسل میں ادارہ تحقیق ومطالعہ کی طرف سے ماحول کی تیاری کے سلسلہ میں یہ پندرہویں پیشکش آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کا مقصد شریعت اسلامی کے احکام کی مکمل تنفیذ ہے، جس کا عنوان ہے:

"الشريعة الاسلامية بين التدرج في التشريع والتدرج في التطبيق"۔

"شریعت اسلامی قانون سازی اور قانون کے نفاذ میں تدریج کے درمیان"

یہ فضیل الشیخ عبد الرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی کی تالیف ہے جو فکری گہرائی وگیرائی، ذکاوت طبع اور تصنیفات وتالیفات کی کثرت کے لحاظ سے علماء عصر میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، آپ کا شغف ابتدائے عمر سے ہی علمی رہا ہے حتی کہ اس میدان میں اپنی زندگی کے ۷۰ سال گذار دیئے جس میں اپنی صلاحیت، کمال مہارت اور قابلیت کے جوہر دکھائے ہیں، آپ کے والد گرامی رحمہ اللہ بھی ذکاوت طبع میں عجوبہ روزگار اور علماء کے درمیان ممتاز مقام رکھتے تھے، کہا جاتا ہے:

بابه اقتدى عدى في الكرم ‏ ‏ ‏ ‏ ومن يشابه أبه فما ظلم

(عدی فضل وکرم کے میدان میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے، جو شخص اپنے باپ سے مشابہت رکھتا ہے وہ اس نے کونسا برا کام کیا)۔

آپ کی یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بلند پایہ کتاب ہے، قانون سازاور اس کے نفاذ کے سلسلہ میں تدرج کے لئے بہترین وجود کی ترجمانی ہے، آپ نے اس موضوع پر عقلی شواہد کے ساتھ ساتھ منقول نصوص بھی پیش کئے ہیں اس کے مقاصد کی تحقیق میں بہت گہرائی تک غوطہ زن ہوتے ہیں، جبکہ اپنے پیش رو مولفین سے انحراف کی رائے اختیار نہیں کی ہے۔

آپ اپنی تحقیق کے سلسلہ میں پوری طرح آزادانہ راہ پر چلے ہیں، مختلف قسم کے افکار وآراء کی قید و پابندی سے آزاد رہتے ہوئے نصوص کی روح اور مظاہر وجود سے کام لیا ہے، چنانچہ آپ کی تحقیق پوری طرح آزاد ہے جو تمام نفع بخش امور پر مشتمل ہے، قارئین کے لئے تشفی بخش اور دلوں کے لئے اطمینان بخش ثابت ہوگی، انشاءاللہ۔

کہا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ سطحی مشاورتی کونسل کا ادارہ تحقیق ومطالعہ پہلے ہی اس موضوع پر دو کتابیں شائع کر چکا ہے پھر یہ تیسری کتاب شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں شرعی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں تدرج کا موضوع خاص طور سے بہت حساس ہے اور اس کے سلسلہ میں لوگوں کی مختلف آراء وموقف ہیں، اس لئے ادارہ نے چاہا کہ اس موضوع کو تحقیق کی بلندیوں تک پہنچادیا جائے اور اس سلسلہ کے تمام دلائل وآراء کو پیش کردیا جائے، اس کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کردیا جائے کہ لوگوں کو طمانینت وسکون قلب حاصل ہوجائے، اور انہیں معقول وقابل قبول نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہوجائے۔

مزید یہ کہ ہر مولف کی اپنی امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں، اور ہر مصنف کا اپنا نقطہ نظر اور اپنے دلائل ہوتے ہیں، ہر مولف کوئی نہ کوئی نئی بات پیش کردیتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن کی کتاب سابقہ دونوں کتابوں کے مقابلہ میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس موضوع کا دائرہ وسیع کردیا اور گویا کہ یہ ہر چیز میں ایک حکمت کردی ہے اور ایسی بنیاد ہے جن پر

پورا وجود قائم ہوتا ہے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں حکمت ودانش کی راہ پر گامزن ہوں، جبکہ وہ خود دلوں کا حال بھی جانتا ہے نیت اور مقاصد اس سے پوشیدہ نہیں، انجام تک پہنچانے والا وہی سبحانہ وتعالی ہے۔ وہو حسبنا ونعم الوکیل۔

ادارۃ البحوث والدراسات

مولف کا مختصر تعارف

شیخ عبدالرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ محمد حسن حبنکہ میدانی ایک صاحب علم اور دین دار گھرانہ میں ۱۹۲۷ء میں دمشق میں پیدا ہوئے۔

آپ کی نشو ونما اپنے والد علامہ الشام داعی مجاہد فضیلۃ الشیخ محمد حسن حبنکہ میدانی کے زیر تربیت ہوئی اور انہی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی جہاں سے بڑے بڑے علماء نے فیض حاصل کیا، اور جو معہد التوجیہ الاسلامی کے نام سے مشہور ہے۔

اس کے بعد آپ نے قاہرہ کا رخ کیا اور وہاں جامعہ ازہر سے وابستہ ہو گئے یہاں تک کہ ۱۹۵۴ء میں تخصص تدریس میں اعلیٰ سطحی ڈگری حاصل کی۔

مصر سے واپسی کے بعد دمشق کے مدرسہ ثانویہ (سکنڈری اسکول) عمومی وشرعی میں کام کیا اور دینی تربیت اور علوم اسلامی وعربی کی تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔

۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۶ء تک شام میں تعلیم شرعی کے ڈائریکٹر اینڈ منسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا ساتھ ہی ثانویات الشرعیہ میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

شام کی وزارت تربیت میں ایک سال تک تحقیق کا کام کیا۔

۱۹۶۷ء مطابق ۱۳۸۷ھ میں سعودی عرب تشریف لائے اور یہاں ریاض ومکہ کی یونیورسٹیوں میں تقریباً تین دہائیوں تک تدریس کا کام کیا۔

سعودی عرب میں ریڈیو خطاب وتقریر پیش کرتے رہے یہ سلسلہ نو سال تک یومیہ اور پھر ہفتہ واری رہا۔

آپ نے اندرون وبیرون ملک متعدد قومی وبین الاقوامی کانفرنسوں، سمیناروں،

کنونشوں اور سمپوزیموں کے ساتھ حصہ لیا۔ آپ کی تالیفات وتصنیفات کی تعداد ۴۰ کے قریب پہنچ چکی ہے جن میں بعض کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں آپ کو رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کا رکن بھی بنایا گیا اور اسلامی ریلیف بورڈ کا بھی۔

آپ کے تینوں شعری دیوان بھی شائع ہو چکے ہیں جبکہ اشعار کی ایک بڑی تعداد ابھی زیور طبع سے آراستہ آنے سے باقی ہے۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو رب علیم وحکیم ہے جس نے لوگوں کو اس لئے پیدا کیا تاکہ دنیوی زندگی کے امور میں ان کو آزمائے اور پھر انہوں نے اپنی مختصر سی زندگی میں امتحان کے دوران دائمی زندگی کے لئے آگے کیا کچھ بھیجا ہے، اس پر مومنوں، متقیوں کو جزا کے طور پر جنات نعیم عطا فرمائے یا دردناک عذاب کے لئے جہنم جحیم میں پھینک دے جو مجرمین کے لئے دار العذاب ہے۔

اور جب اللہ عز وجل نے دنیوی زندگی کے میدانوں کو مقام امتحان قرار دیا تو اس کی حکمت جلیلہ کا تقاضا تھا کہ ان کے لئے ایک ایسے دین کا انتخاب کرے اور اسے ان کے لئے پسندیدہ بنادے جو ایمان وعمل کے لحاظ سے ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر ان کے لئے سامان امتحان پر مشتمل ہو، چنانچہ اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اس کے بندوں تک اس کا وہ دین پہنچائیں جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے منتخب کیا ہے جو ان کے بشری ترقیاتی انقلابات کی دھیرے دھیرے اصلاح کردے۔ پھر رسولوں کے سلسلہ کو نبی عربی الامی الامین محمد بن عبداللہ علیہ افضل الصلاۃ والسلام آپ کی رسالت کے ذریعہ تمام عالموں اور لوگوں کی طرف بھیجی جانے والی رسالت پر مہر لگادی اور ان کے امتحان کے مرحلہ میں مطلوب رسالت کو مکمل کردیا اس کے کمال کو لوگوں کے علمی وتمدنی ارتقا کی تبدیلیوں میں اصلاح کرنے والا بنادیا جن کی اصلاح ایک ایسا دین کامل ہی کرسکتا ہے جو اس کے اصول وطریقوں پر مشتمل ہو اور زمین پر لوگوں کے آخری وجود تک انسانیت کے لئے کافی ہو کہ وہ اس کی رہنمائی وروشنی میں امتحان دیں۔

اللہ عز وجل نے اپنے فضل وکرم سے اس دین کو دین اور احکام کے لئے ایسا خاتم بنایا

ہے، جو آسان اصولوں اور سہل ترین ضابطوں پر مشتمل ہے اور دنیوی زندگی میں لوگوں کی مصلحت کے عین مطابق ہے اور یہ اس شخص کے لئے جو اس پر ایمان لائے اور اس میں جو اوامر ونواہی وصایا اور احکام آئے ہیں ان کی حتی الامکان پابندی کرے۔

اللہ جل جلالہ نے بیان کر دیا کہ اس کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین والمرسلین تک اس نے اپنی رسالتوں میں جو کچھ نازل کیا ہے اس کے سامنے سمع وطاعت کے ساتھ خود سپردگی اور سر جھا دینا۔

امت اسلامیہ عمومی طور پر اس دین کے احکام پر جو اللہ کی طرف سے حضرت محمد لے کر آئے تھے مجتہدین کے اجتہادات کے ضمن میں کم وبیش دس صدیوں سے زیادہ مدت تک عمل پیرا رہی اگر چہ مختلف زبانوں میں کمی زیادتی کا فرق رہا جب تک اس کو فکری، نفسیاتی اور عملی یلغار نے اپنی لپیٹ میں نہ لے لیا کہ اس کے مفہوم ومعنی کو متاثر کر دیا گیا۔ یہ وہ یلغار تھی جو اعداء اسلام کے لشکروں نے کی تھی کہ ڈھکے چھپے اور رکھلے عام اعلانیہ مختلف استعماری، عسکری، ثقافتی، تعلیمی طریقوں سے کی گئی، ملی جلی سوسائٹی کی شکل میں انحراف وتبدیلی کی گئی یا بڑی بڑی مملکتوں کے عزائم ومنصوبوں سے ان کی ہدایت پر یا منافقوں کے شکل میں غیر محسوس طور پر یا ضمیر فروش کارندوں کے روپ میں یہ کام انجام دیا گیا۔

یہ انحراف اخلاق وعادات اور نظاموں وقوانین میں کیا گیا، انفرادی واجتماعی، خاندانی ومعاشرتی شکل میں رکھا گیا اور دھیرے دھیرے کیا گیا۔

چنانچہ امت اسلامیہ کی بڑی بڑی جماعتیں، قبیلے اور تنظیمیں اور حکومتیں ومملکتیں شریعت اسلامیہ کے احکام کے نفاذ کے عمل سے بہت دور ہوگئی جب مشرق ومغرب سے ایسے گھڑے ہوئے نظام امپورٹ کر کے لائے گئے جو شریعت اسلامی کے احکام کے خلاف تھے اور حق وعدل، خیر وبھلائی، بندوں کی مصلحتوں اور افراد وجماعتوں کے نجاستوں سے پاکی کرنے کی بنیادوں

میں اکثر امور میں غیر تحقیق شدہ تھے۔

اور بعد کے زمانوں میں دین اس کے عقل اور علمی اور نص واستنباط سے حاصل ہونے والے مفہوم سے بے خبری، تکوینی علوم اور ان انسانی آراء کی حقیقت سے بے خبری و جہالت جن سے انسانیت وابستہ ہوگئی وہ جہتیں تھیں جن کی طرف امت اسلامیہ کی بڑی جماعتیں متوجہ ہوگئیں، وہ درجے تھے جن کی طرف وہ مائل ہوگئیں، جب ان کے اوپر داخلی وخارجی بہت سارے عوامل کا انبار لگ گیا تو وہی امت اسلامیہ جو کبھی علمی، فقہی، تہذیبی وتمدنی اور قوت وہیبت کے لحاظ سے تمام امتوں میں ممتاز تھی تمام لوگوں میں جماعتوں وتنظیموں اور مملکتوں وحکومتوں کے لحاظ سے بلند وارفع تھی، علم، ظاہری تہذیب وتمدن اور قوانین واحکام حکیمہ کے میدان میں سب سے آگے تھی زوال وانحطاط کی گہرائی کی انتہاء پہنچ گئی۔

اور جب امت اسلامیہ کی تنظیموں، جماعتوں اور گروہوں نے بیسویں صدی کے آغاز سے علمی اور تہذیبی وتمدنی لحاظ سے دھیرے دھیرے آگے بڑھنا شروع کیا اور ان اقوام کی برابری کی کوشش کی جو مادی میدانوں میں ان کے زوال وانحطاط کے بعد کے ادوار میں مادی میدانوں میں ان سے آگے نکل گئی تھیں اور دھیرے دھیرے ان کے اندر دینی شعور بیدار ہونا شروع ہو اور علوم اسلامیہ نے نور حق اور عدل خیر وہدایت سے روشنی حاصل کرنی شروع کی تو علوم دینیہ کے طلباء کی ایک بڑی تعداد جو ثقافت اسلامیہ سے گہری وابستگی رکھتے تھے شریعت اسلامی کے احکام کے نفاذ اور ممالک اسلامیہ میں ایسے قوانین اور نظام تشکیل دینے کے مطالبات کرنے لگے جو احکام اسلام سے مطابقت رکھتے ہوں لیکن ناپختہ جوش اس کے لئے موزوں نہیں ہے کہ دھیرے دھیرے آگے بڑھنے کا خود اللہ تعالی کا طریقہ اور اس کی سنت ہے جو اس نے تخلیق وتشریع کے سلسلہ میں اور کائنات کے تمام امور میں اختیار کی ہے۔

اور جب عالم اسلام میں مسلمانوں کے تنظیموں اور جماعتوں کے اختلاف اور نسل،

رنگ وزبان کے اختلاف کے باوجود یہ قابل تعریف توجیہ سامنے آگئی تو اہل عقل ودانش پر لازم ہوگیا کہ عقل وحکمت پر مبنی راہ مستقیم پیش کریں جس کی طرف یہ امت رجوع کرے اور اپنے رب کے احکام کو اپنے قوانین، نظاموں اور انفرادی واجتماعی تمام میدانوں میں نافذ کرے۔

میرے لئے یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ حکومت کویت نے اللہ تعالی تمام شرور وفتن سے اس کی حفاظت فرمائے، شریعت اسلامی کے احکام کے نفاذ کے سلسلہ میں عملی اقدامات کے لئے اعلی سطحی مشاورتی کونسل قائم کردی ہے اور میرے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہوگی کہ یہ کونسل تحقیق وتدریس کے لئے ایک خاص ادارہ قائم کرے گی جو مقصد حصول اور ہدف کی تحقیق کے لئے ایک پروگرام تشکیل دے گی اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے ماحول تیار کرے گی۔ وہ ملک میں اور ہر علاقہ میں نافذ کرنے کے لئے قوانین اور نظام پیش کرے گی۔

اللہ تعالی کی مدد سے میں اس مختصر سے رسالہ میں شریعت اسلامی کے احکام اور ان کے نفاذ کے تدرج کے سلسلہ میں تفصیلات، دلائل اور شواہد پیش کروں گا جن میں کائنات میں اللہ تعالی کے تصرف کی سنت کا بیان کیا جائے گا۔

فالحمد لله رب العالمين وسلام على عباده الذين اصطفى ومزيد من الصلاة والسلام على سيدنا محمد بن عبد الله خاتم الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

عبدالرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی
رکن مجلس تاسیسی رابطہ عالم اسلامی،
وسابق استاذ جامعہ ام القری

وجہ تالیف

مجھے مملکت کویت میں شریعت اسلامیہ کے احکام کے نفاذ سے متعلق اعلیٰ سطحی مشاورتی کونسل کے تحت کام کرنے والے اداروں تحقیق ومطالعہ کے ڈائریکٹر کا خط ملا۔

جس سے مجھ سے حسن ظن رکھتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے احکام کے نفاذ کے لئے ماحول تیار کرنے کے سلسلہ میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔

محترم ڈائرکٹر نے میرے سامنے تین موضوع رکھے تھے کہ ان میں سے کسی ایک پر لکھوں، میں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور اس موضوع کو اختیار کیا۔

"الشريعة الإسلامية بين التدرج فى التشريع والتدرج فى التطبيق"
(شریعت اسلامی قانون سازی اور قانون کے نفاذ میں تدرج کے درمیان)۔

میرے اس موضوع کو اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام کے نفاذ کا مطالعہ کرنے والے نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ زبردست جوش وخروش کا مظاہرہ کرتا ہے کہ اس مقصد کو دھیرے دھیرے حکیمانہ انداز میں اختیار کرنے کے بجائے یکبارگی حاصل کرلیا جائے، وہ اپنی بات کو طرح طرح کے اقوال سے مزین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن مسلمانوں کے لئے ان کا دین مکمل کردیا، اس لئے اب انفرادی طور پر بھی اور سرکاری طور پر بھی اس دین کے تمام احکام کے یکبارگی نفاذ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ لوگ تخلیق، قانون سازی اور نفاذ کے سلسلہ میں اللہ کی اس سنت سے جو اس کی اپنی تمام رسالتوں کے سلسلہ میں ہے ان میں رسالت خاتمہ بھی ہے اسی طرح تربیت، تعلیم، اقوام وامم کے علاج وتدابیر، دینی امور کی تبلیغ، قرآن کریم کے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کرنے اور اپنی کائنات کے تمام معاملات کے سلسلہ میں اس کا جو

طریقہ ہے اس سے بہت دور ہیں کیونکہ اس کی حکمت جلیلہ دھیرے دھیرے تدرج کے ساتھ چلنے کا تقاضا کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں یکبارگی اقدام کے غلط تصور کی وجہ سے وہ نتائج بد کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

پہلی فصل:

تعریفات

تدرج،لغت کے لحاظ سے:

تدرج کا مطلب ترقی کے منازل میں بتدریج آہستہ آہستہ آگے بڑھنا یا اوپر چڑھنا ہے۔

لفظ درجہ کا مطلب مرقاۃ وترقی ہے اور یہ درج کا واحد ہے اور یہی لغت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: استدرجہ: جب ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں ترقی کرلی جائے اور جب اس کی مہلت دی جائے۔

اور کہا جاتا ہے: **درج فلان الشیئ** یعنی اس کے درجے بنادیئے اور درج البناء یعنی اس کے لئے درجے بنادیئے۔

اور کہا جاتا ہے: **درج الرجل یدرج درجا ودروجا ودرجانا** جب درجوں ومنازل میں اوپر چڑھنے کے لئے چلا۔

درج کا اطلاق لغت میں طریقہ یا راستہ پر بھی ہوتا ہے اور درج السیول وادیوں میں سیلاب یا پانی کے بہاؤ کا راستہ۔

لغت میں کہا جاتا ہے: **درج فلان فلاناً إلی الشیئ** جب اس کو تھوڑا تھوڑا کرکے نیچے کیا، ودرج العلیل: یعنی اس کو تھوڑی چیز کھلائی یہاں تک کہ دھیرے دھیرے کھانے کے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ بیماری سے پہلے تھا۔

اور کہا جاتا ہے: **استدرج الشئ إلی الشیئ** جب بتدریج نیچے ہوا ہو۔

اور درج الامر فلانا یعنی اس میں اس کو تدرج پر محمول کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اصل مادہ کا اطلاق جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا۔ درجہ بدرجہ اوپر چڑھنے اور ترقی کرنے پر ہوتا ہے پھر لغت میں توسع اور اس میں صعود وغیرہ شامل ہو گئے۔

اور مقام و مرتبہ میں درجہ کا مقابل اس کے برعکس نیچے کی طرف اترنا جوتا ہے جس کو لغت میں ''درکہ'' کہا جاتا ہے۔ اور وہ ''المنزلۃ السفلی'' ہے جو اس درجہ کے برعکس ہے جو منزلہ علیا ہے۔

اس طرح درکات ایک کے نیچے ایک منزل ہے اور درجات ایک کے اوپر ایک درجہ۔

الفضائل: درجات

اور الرذائل: درکات

لیکن مجھے کہیں ایسا نہیں ملا کہ اہل عرب تدرک کو تدرج کے مقابلہ میں استعمال کرتے ہوں۔

التدرج: اصطلاح کے لحاظ سے:

لفظ ''التدرج'' کے علوم، کتابوں اور اہل فکر کی زبانوں میں عام طور پر مراد لئے جانے والے مفہوموں کے علاوہ میں اس کی حسب ذیل تعریف پیش کر سکتا ہوں۔

تدرج اصطلاحی عملی کلی مادی یا معنوی طور پر ابتداء اور انتہا کے درمیان نسبت کے لحاظ سے متعدد اجزاء میں تقسیم کرتا ہے۔

اور ہر جز عامل کو اس کے عمل سے روکتا ہے، ترتیب طبعی میں اس کے بعد والے عمل کی طرف منتقل ہونے کی سہولت عطا کرتا ہے، اس کے عمل کو پسندیدہ و قابل قبول بناتا ہے یہاں تک کہ اس کا نتیجہ برآمد ہو جائے اور عمل اس کے لئے سہل و آسان رہے۔

اور اصطلاحی معانی کے مطابق اس تدرج کا اطلاق ہر جسمانی نفسیاتی فکری یا قلبی عمل

پر ہوتا ہے جو قابل تجزیہ ہو اور اس میں نشو ونما وزیادتی ہوتی ہو یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے اور دھیرے دھیرے بڑھتا جائے حتی کہ کمال کی بلندی کو پہنچ جائے، یا دھیرے دھیرے کم ہوتا جائے یہاں تک کہ درکہ سفلی میں (نچلی سطح پر) پہنچ جائے، ایسی صورت میں وہ بالکل باقی نہیں رہتا۔

میں نے ترقی کرتے ہوئے درجات میں بڑھنے اور گھٹتے ہوئے نچلے درجہ پر پہنچ جانے کی دونوں حالتوں کے لئے اصطلاحی عنوان کے طور پر لفظ ''التدرج'' پر اکتفا کیا ہے اس لئے کہ یہ عنوان عرف عام میں معروف ورائج ہے۔

ان دونو ں حالتوں میں فرق اس طرح کیا جائے گا التدرج المتصادع دھیرے دھیرے چڑھنا) اورالتدرج المتنازل (دھیرے دھیرے اترنا)۔

ارتقاء کی حالت میں تدرج کے لئے کچھ طریقے ہیں:

☆ان میں ایک وہ تدرج ہے جو درجہ بدرجہ چڑھنے کے طریقہ کے مشابہ ہو۔

☆اور ایک وہ تدرج ہے جو پہاڑ پر قدم بقدم چڑھنے کے مشابہ ہو۔

☆اور ایک وہ ہے جو بلندی کی طرف دھیرے دھیرے اٹھنے کے مشابہ ہو۔

اسی طرح دھیرے دھیرے نیچے اترنے کی حالت میں بھی تدرج ہے۔

ان میں ایک کنویں میں دھیرے دھیرے پکڑ پکڑ کر ڈول ڈالنے کے مانند ہے۔

اور ایک پہاڑ سے دھیرے دھیرے قدم بقدم وادی میں اترنے کی طرح ہے۔

اور ایک درجات میں ایک ایک کر کے اترنے کے مشابہ ہے۔

تدرج کی ضد:

ارتقا کی حالت میں تدرج کی ضد الطفرات (اچھلنا) القفزات (کودنا، چھلانگ لگانا)، الاندفاعات السریعۃ (تیز بہاؤ) ہیں جن میں بلندی کی طرف اس طرح نہ بڑھا جائے

جس سے ارتقا مراد لیجائے اور ہر بلند مقام کے لئے تدرج، ارتقا کی رغبت رکھنے والی استطاعت کے مطابق ہوتا ہے۔

جن الطفر ات، القفز ات، اور الاندفاعات السریعات میں بلندی کی طرف اس طرح نہیں چڑھا جانا جس سے ارتقاء مراد لیا جائے تباہی و بربادی کا باعث ہوتی ہیں اور منزل مقصود حاصل نہیں ہوتی۔

اور نیچے اترنے کی حالت میں تدرج کی ضد گڑھے میں گرنا اور بہت نیچے گہرائی میں کودنا ہے جہاں کودنے یا گرنے والا ٹوٹ جائے اور ایسی جگہوں سے اترنا ہے جن میں پھسلن، گراوٹ اور دشوار گذار راستے پائے جاتے ہوں کہ اس طرح کے امور میں ناکامی، محرومی، تکان اور ہلاکت پائی جاتی ہے۔

دوسری فصل:

گمراہ کرنے میں شیطان کا رول

ابلیس لعین نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور اللہ کی صراط مستقیم سے دور کرنے کی غرض سے انہیں پستی کی طرف دھکیلنے اور اسفل سافلین میں پہنچانے کی سیاست اختیار کر رکھی ہے جس میں شیاطین جن وانس اس کی اتباع کرتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کو دھیرے دھیرے اللہ کی اطاعت سے دور کرنا پھر بتدریج ان کو ایمان کے ان عناصر سے جن پر ایمان لانا فرض ہے خارج اور درجہ بدرجہ گناہ اور کفریات کے گہرے گڈھوں میں دھکیلنا ہے جس سے کہ انہیں آگ کے انتہائی نچلے گڈھوں میں پہنچا دے۔

اور اللہ تعالی نے بنی آدم کو، عہد آدم سے ہی زمین پر انسانی تاریخ کے آخر تک شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچنے پر زور دیا۔

اللہ عزوجل نے سورہ انعام میں (جو قرآن کی موجودہ ترتیب میں چھٹے نمبر پر اور ترتیب نزول کے لحاظ سے ۵۵ ویں نمبر پر ہے) اس نے جانوروں اور کھیتوں میں سے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے ان میں سے بعض کو حرام قرار دینے کی مشرکوں کی بعض افتراء پردازیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"**ولا تتبعوا الشیطان إنه لکم عدو مبین**" (سورہ انعام:۱۴۲) (شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)۔

اس طرح اللہ عزوجل نے شیطان کی اغوا کاری اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی اس کی کوششوں کو اس طرح بیان کیا کہ اس سے ان میں وہ اللہ کے بندوں کو درجہ بدرجہ اللہ کی اطاعت

سے اور دنیوی زندگی میں ان کے امتحان کے مرحلہ میں اس کے بنائے ہوئے قوانین اور اس کے طریقوں سے دور کرنے کی سیاست پر چلتا ہے۔

اور اللہ عزوجل نے سورہ بقرہ میں (جو قرآن کی موجودہ ترتیب میں دوسرے نمبر پر اور نزول ترتیب کے لحاظ سے ۸۷ویں پر ہے) تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنه لکم عدو مبین، إنما یأمرکم بالسوء والفحشاء وأن تقولوا علی الله ما لا تعلمون" (۱۶۸-۱۶۹)۔

(اے لوگوں زمین میں پائی جانے والی حلال وطیب چیزوں کو کماؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تمہیں برے اور فحش کاموں کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جو تم نہیں جانتے)۔

اس طرح ان آیتوں میں یہ بیان کردیا گیا کہ کھانے پینے برے اور فحش کاموں کے کرنے اور دین کے سلسلہ میں اللہ تعالی کے خلاف افتراء پردازی سے متعلق گمراہ کرنا اور غلط راستے پر چلانا دھیرے دھیرے قدم بقدم چلانا ہے یکبارگی منتقل کرنے کا طریقہ نہیں ہے اور یہ اس کے مکروفریب میں بہت سخت وشدید قسم کا طریقہ ہے اور اس کے خبیث مقاصد کے حصول میں اس کا اختیار کردہ سب سے کامیاب طریقہ ہے۔

اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دین اسلام یا سلامتی کے دائرہ میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ، اور آپس میں جنگ ولڑائی نہ کروتا کہ جسد واحد کی حیثیت اختیار کرلو، اور انہیں شیطان کی راہوں پر چلنے سے منع کیا جو ان کو مخاصمت پھر دشمنی اور پھر باہمی قتال وجدال کی طرف گامزن کردیں، چنانچہ اللہ عزوجل نے سورہ بقرہ (قرآن کی ترتیب میں دوسرے اور نزول ترتیب کے لحاظ سے ۸۷ویں نمبر پر) میں فرمایا:

”يا أيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان إنه لكم عدو مبين، فإن زللتم من بعد ما جائتكم البينات فاعلموا أن الله عزيز حكيم“(۲۰۸-۲۰۹)۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو دین اسلام اور سلامتی کے دائرہ میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم یا اس کے بتائے ودکھائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، پس اگر دلائل سامنے آجانے کے بعد بھی تم صحیح راستہ سے متزلزل ہو گئے تو جان لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے)۔

یعنی اگر تم شیطان کی دکھائی ہوئی راہوں پر چل کر راہ حق سے متزلزل ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تو جان لو کہ اللہ بہت زیادہ غالب ہے وہ تم سے مواخذہ کرنے اور انتقام لینے پر قادر ہے، اور جان لو کہ اللہ حکیم ہے جب اس کی حکمت تم سے مواخذہ کرنے کی متقاضی ہوگی تو تمہیں کوئی اس کے مواخذہ اور عقاب سے بچانے والا نہ ہوگا، اگر چہ تم مومن ہی کیوں نہ ہو۔

اور اللہ تعالی نے واقعہ افک کا ذکر کرنے اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان فحاشی پھیلے ان کو تنبیہ کرنے نیز انہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب سے ڈرانے کے بعد ان لوگوں کو خطاب فرمایا جو اللہ پر ایمان لے آئے، اس نے سورہ النور (قرآن کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے ۲۴ ویں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے ۱۰۲ ویں نمبر پر) میں فرمایا:

”يا أيها الذين آمنوا لا تتبعوا خطوات الشيطان ومن يتبع خطوات الشيطان فإنه يأمر بالفحشاء والمنكر ولو لا فضل الله عليكم ورحمته ما زكى منكم من أحد أبدا ولكن الله يزكى من يشاء والله واسع عليم“(۲۱)۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے راستہ پر نہ چلو اور جو شیطان کے راستہ پر چلے

سمجھ لے کہ وہ فحش اور منکر باتوں کا حکم دیتا ہے اور اگر تمہارے اوپر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی اور کبھی بھی پاکیزگی اختیار نہ کر پاتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاکیزہ بنادیتا ہے اور اللہ بہت وسعت دینے والا اور بہت زیادہ جاننے والا ہے)۔

یعنی اگر تمہیں فحش اور برے کاموں میں مبتلا ہونے سے بچانے اور مغفرت و معافی کی شکل میں تم پر اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کو بھی اور کبھی پاک نہ کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے درمیان افک و جھوٹی الزام تراشی کے ذریعہ اور ایسے اقوال کے ذریعہ جن کا شرعی فیصلوں کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے والے حکم کے لئے کوئی سند اور ثبوت نہ ہو، فحش امور کو مت پھیلاؤ۔

اور ابلیس نے آدم اور ان کی بیوی کو درجہ بدرجہ گمراہ کرنے اور اپنے راستہ پر چلانے کا کام کیا یہاں تک کہ جن میں جس درخت کو ان کے لئے حرام قرار دیا گیا تھا انہیں اسے کھلا دیا، اس نے انہیں درجہ بدرجہ معصیت کے گڈھے میں ڈھکیلنے کی تدبیر اختیار کی یہاں تک کہ اللہ نے انہیں جس کام سے منع کیا تھا انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی اس طرح اس درخت سے کھالیا جو ان کے جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا۔

اللہ عزوجل نے سورہ اعراف (موجودہ ترتیب سے ۷ویں اور نزول ترتیب کے لحاظ سے ۳۹ویں نمبر پر) میں حضرت آدم کی تخلیق اور ان کو اور ان کی بیوی کو جنت میں ٹھہرائے جانے نیز ان کو شجر معین یا درخت کی کسی خاص صفت سے کھانے سے منع کرنے کے قصہ کو بیان میں فرمایا جب اس نے شیطان اور اس کے وسوسوں سے بچنے کے لئے فرمایا تھا اور بیان کیا تھا کہ وہ ان کا کھلا دشمن ہے:

”ویا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة فکلا من حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین فوسوس لهما الشیطان لیبدی لهما ما وری

عنهما من سوآتهما وقال ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة إلا أن تكونا ملكين أو تكونا من الخالدين وقاسمهما إنى لكما لمن الناصحين فدلهما بغرور فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوئاتهما وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة وناداهما ربهما ألم أنهكما عن تلك الشجرة وأقل لكما إن الشيطان لكما عدو مبين قالا ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين قال اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم فى الأرض مستقر ومتاع إلى حين قال فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون"(۱۹-۲۵)۔

(اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اس میں سے جہاں سے چاہوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس بھی مت جانا ایسے میں تم ظالموں میں شمار کئے جاؤ گے، پس شیطان نے انہیں وسوسہ میں مبتلا کر دیا تا کہ ان کی ڈھکی چھپی شرمگاہوں کو ظاہر کر دے، اس نے کہا تھا تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا جنت میں ہمیشہ رہنے والے نہ ہو جاؤ، اس نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں، اس طرح اس نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا، پس جب انہوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اب ان پر جنت جلکے پتے رکھنے لگے اور ان کے رب نے انہیں پکارا کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، ان لوگوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے، اس نے کہا اب تم اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک مدت تک زمین میں ٹھکانہ ہے اور سامان زندگی ہے اور کہا کہ اس میں تم پیدا ہو گے اور اس میں مرو گے اور اس سے پھر نکالے جاؤ گے)۔

چنانچہ گمراہی راہ راست سے منحرف کرنے اور معصیت کے گڑھے میں ڈھکیلنے کے لئے ابلیس کا طریقہ وہی تھا جو ڈول کو کنویں میں ڈالنے کے سلسلہ میں اس کو دھیرے دھیرے پکڑ پکڑ کر چھوڑنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، اس سے اس کا مقصد پورا ظاہر ہوا کہ اس نے آدم اور حوا کو ان کے رب کی نافرمانی میں مبتلا کر دیا اور اپنے اندر بھڑکنے والی حسد اور غیظ وغضب کی آگ کو ان کو جنت سے نکلوا کر تسکین دی۔

التدلیہ: ڈول کو کنویں کی گہرائی میں اتارنا اور جس کے ذریعہ ڈول کو کنویں کی گہرائی میں اتارا جاتا ہے اسے الرشاء کہا جاتا ہے۔

تدلیہ میں ڈول کو کنویں کی گہرائی میں پہنچانے کا فطری تقاضا یہ ہے کہ یہ دھیرے دھیرے کیا جائے اس کو آہستہ آہستہ پکڑ پکڑ کر اتارا جائے ایک ہی بار میں نہ ڈال دیا جائے۔

لغت میں کہا جاتا ہے کہ دلی الشیئ فی المھواۃ جب کسی چیز کو گہرائی میں اتارا جاتا ہے اور اس طرح اتارنے کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ ایسا دھیرے دھیرے کیا جائے تاکہ مقصود مطلوب حاصل کیا جا سکے ورنہ اس کو اتارنے والے کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

اور نیچے کی طرف اتارنے کی حالت میں تدلیہ کی ضد الھوی اور گہرائی میں یکبارگی ڈالنا ہے، اور اکثر معاملات میں اس کا نتیجہ ناکامی محرومی ہوتا ہے اس لئے ابلیس نے انہیں یکبارگی گمراہ کرنے کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

اور بلندی سے نچلے درجہ کی طرف اتارنے کا ہر عمل ایسا تدلیہ ہے جس میں وہ گہرائیاں شامل ہوتی ہیں جن سے اس کی مسافت سے گذرنا مقصود ہوتا ہے اور نچلی منزل شامل ہوتی ہے جس تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے۔

اسی طرح مادی اور معنوی ترقی کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ تدرج کا راستہ اختیار کیا جائے جس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں اور زوال ونشیب کی طرف اترنے کے بگاڑ وفساد کے لئے بھی مختلف صورتوں کے ساتھ تدرج کا طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

تیسری فصل:

لوگوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے والے اعمال وہی ہوتے ہیں جن میں تدرج کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے

بعض لوگ اپنی عمر میں جاگتے میں اچھل کود والے خواب دیکھنے میں گذار دیتے ہیں وہ خزانوں کی تلاش یا درجات ومراتب کی طلب یا تنزل تک پہنچنے کے لئے چھلانگ لگانے یا خواہشات کی تکمیل کے لئے اتفاقات، یا خلاف عادت امور یا تیر تکے یا بے وقوفیوں کے مظاہرے پر بھروسہ کرتے ہیں، اور اپنی زندگیوں کے بڑے بڑے خوابوں کی تکمیل کے لئے توہمات کی وادیوں میں تھکے ہارے ہانپتے دوڑتے پھرتے رہتے ہیں، اس طرح اپنے اوہام وخیالات کی قربانیاں دیدیتے ہیں یا زندگی کے مراحل کو ادھر ادھر بھٹکتے ہی گذار دیتے ہیں، ایک کے بعد ایک نقصان اور خسارہ اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی زندگی کا آخری مرحلہ آجاتا ہے اور وہ ہر میدان میں ناکام ہی رہتے ہیں وہ جو کچھ خواب دیکھتے ہیں ان میں کسی کو بھی پورا نہیں کرپاتے۔

لیکن تمام کامیاب اعمال جو کامیابی کی بلندیوں پر پہنچتے ہیں یا جن کے لئے انسانی سوسائٹی میں بلند مراتب پر پہنچنا آسان ہوتا ہے وہی اعمال ہوتے ہیں جن کی منصوبہ بندی کرنے والے یا جن کے نقشے بنانے والے ترقی کے لئے تدرج کی تدابیر کرتے ہیں کہ درجہ بدرجہ یا قدم بقدم دھیرے دھیرے طبیعت کی ترقی کے تقاضوں یا بلند مراتب کی طرف بڑھنے کے امکانات کے مطابق چلتے ہیں۔

چندمثالیں:

۱- دنیا بھر میں جو بھی کوئی بلندیوں پر پہنچتا ہے وہ یکبارگی ہی ان مقامات پر نہیں پہنچ جاتا انہیں دھیرے دھیرے تدرج کے راستہ پر چلنے کی تدابیر کرنی پڑتی ہیں، منصوبے بناتے ہیں نقشے تیار کرتے ہیں پھر بنیاد کھوتے ہیں اور سنگ بنیاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ بلند و بالا عمارت تعمیر کر لیتے ہیں اور اس میں آخری کیل ٹھوکتے ہیں یہاں تک کہ اس میں کپڑے لٹکانے کا آخری عمل کرتے ہیں۔

۲- دنیا بھر میں بڑی بڑی صنعتیں، کارخانے، فیکٹریاں جن بلندیوں پر نظر آتی ہیں وہ یوں ہی ان مقامات پر نہیں پہنچ گئیں ان کی بنیاد رکھنے والے دھیرے دھیرے تدرج کے راستہ پر چلے، اور ان کے بارے میں سوچنا شروع کیا، ان کے پروجیکٹ ومنصوبے بنائے، نقشے ترتیب دیئے پھر تسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ بتدریج آگے بڑھے یہاں تک کہ بلند مقامات پر پہنچ گئے۔

۳- بڑے ملک اور سپر پاور ایک ہی بار میں دولت عظمی نہیں بن گئے ان کی بنیاد رکھنے والوں نے اور ان کے بعد ان کو ترقی دینے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے والوں نے تدریجی راہیں اختیار کیں، ہر ایک کے بانیوں میں عسکری، تمدنی، تنظیمی، تعمیری عوامل شامل ہوئے ہر میدان میں ترقی کے ابتدائی مراحل سے آغاز کیا، پھر آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ بلندیوں سے ہمکنار ہو گئے۔

۴- افراد، جماعتوں اور تعلیمی اداروں کے نزدیک تعلیم وتربیت کے ذریعہ مطلوب وممکن تحقیق اسی فطری ترتیب کے مطابق ترقی کے تدرج کی تدابیر کی پیروری کرنے سے حاصل ہوتی ہیں جس پر اللہ عزوجل نے بشری نفوس کی تخلیق وتشکیل کی ہے اور ہر علم وہر فن میں تعلیم وتربیت کے اسلوب اور وسائل، تعلیمی مراحل میں آگے بڑھنے کے عمل میں ہر سال کے لئے اور ہر

سمسٹر کے لئے مقرر کرتے ہیں، جو درسی مرحلہ اور زیر تعلیم طلباء کی عمروں سے میل ومطابقت رکھتے ہیں۔

۵- کامیاب زراعت کے لئے بھی تدارج کے مراحل کی پابندی ضروری ہے، جس کو خالق ورب کریم نے فطری ترتیب کا تدرج قرار دیا ہے، چنانچہ زرعی عمل کا آغاز اسی زمین کی تلاش سے ہوتا ہے جو اس میں کاشت کی جانے والی جنس کے لئے موزوں ہو جس سے کردار اچھی اور بکثرت ہو پھر اس میں معاون وسائل پانی بیج وغیرہ فراہم کئے جاتے ہیں، جن کی اس عمل میں ضرورت ہوتی ہے۔

پھر زراعت کا اہتمام کرنے والا اس کی جتائی کرتا ہے اور زمین کو بیج بونے کے لئے تیار کرتا ہے پھر سینچائی اور کھاد، نرائی وحفاظت وغیرہ تدابیر کرتا ہے، یہاں تک کہ تدرج کے ساتھ تمام اعمال انجام پاتے ہیں اور جنس پک کر تیار ہو جاتی ہے پھر اسے کاٹا اور پھر بازار میں لے جا کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔

۶- اور اسی طرح ہر چھوٹا بڑا کام کیا جاتا ہے یہاں تک کہ روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے ذاتی کام بھی گھر کے اندر بھی اور باہر بھی انجام پاتے ہیں چنانچہ کوئی بھی عمل اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک اس میں اس کے فطری تقاضوں کے تحت تدرج کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا کیونکہ ہر عمل چند عناصر سے مرکب ہوتا ہے اور اس کے عناصر نظام تکوین، ترتیب اور بتدریج آگے بڑھنے کے اصولوں سے مرکب ہوتا ہے۔

حتی کہ کچن میں ہانڈی میں بھی اس کے اندر موجود چیز کو پکانے کے لئے اس وقت تک آگ یا چولہے وغیرہ پر نہیں رکھی جاتی جب تک اس سے متعلق ابتدائی اعمال انجام نہیں دے لئے جاتے ہیں جیسے چولہے کی زمین، یا ایسے چولہے کا قیام جس پر ہانڈی رکھی جاسکے اور اس کو اس کے لئے یتار کرنا کہ ہانڈی کے نیچے اس کے اندر آگ جلائی جاسکے، پھر آگ جلانا، اور کھانے کی ایسی

چیزوں کو تیار اور فراہم کرنا جن کا پکانا مقصود ہو وغیرہ اور جو اس چھوٹے سے اور آسان سے عمل کے لئے لازم ہیں جن کی ہر وہ شخص پابندی کرتا ہے جو پکا ہوا کھانا تیار کرنا چاہتا ہے۔

اس طرح جو شخص بھی عقل وشعور رکھتا ہے اور اپنے عمل میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے تدرج کے طریقہ کی پابندی لازمی اور یقینی ہے۔

چوتھی فصل:

سارے جہانوں کے لئے اللہ کی ربوبیت اپنی تمام صفات کے ساتھ عروج وزوال کی دونوں حالتوں میں تدرج کی سنت کا التزام کرتی ہے

ربوبیت کے معنی:

اللہ کا نام ''رب العالمین'' اللہ کی تمام صفات اوراس کے اسماء حسنی کے لئے جامع ہے، جو اللہ عزوجل کے سوا تمام سے تعلق اور اثر رکھتی ہے، اس لئے کہ لفظ ''العالمین'' کا اطلاق معنی عام کے ساتھ ان سب پر ہوتا ہے جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے چاہے وہ جاندار ہوں یا بے جان چیزیں۔

اس لئے اللہ عزوجل کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں طور آئی ہے:

رب العالمین (تمام جہانوں کا رب) رب کل شئ (ہر چیز کا رب) رب السماوات والأرض (زمین اور آسمان کا رب) رب السماوات السبع (ساتوں آسمان کا رب) رب العرش العظیم (عرش عظیم کا رب) رب الشعری (شعری کا رب، یہ ایک تارہ ہے جس کی دور جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی) رب المشرق والمغرب (مشرق ومغرب کا رب) رب المشرقین ورب المغربین (دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب) رب المشارق والمغارب (مشرقوں اور مغربوں کا رب) رب الفلق (صبح کا رب) رب البیت (گھر کا رب) رب الناس) لوگوں کا رب)۔

لفظ رب اصل میں فعل رب کا مصدر ہے، لغت میں کہا جاتا ہے: رب فلان الصبی أو

المهر مثلاً یربہ بہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رباہ یربیہ تربیۃ۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے ربتہ یربیہ تربیاً۔

اس طرح کلمات الرب التربیہ والتربیب اپنے صیغوں میں مختلف افعال کے مصادر ہیں اوران سب کا معنی ایک ہی ہے۔

کلمہ رب کومصدریت سے اسم فاعل کے لئے استعارہ لیا جاتا ہے، اس صورت میں کلمہ رب کا اطلاق مربی کے معنی میں ہوتا ہے۔

التربیہ: یہ کسی چیز کا تدرج کے ساتھ بڑھانا ہے چاہے وہ زندہ حیوان ہو یا بے جان اور چیز کی حفاظت واصلاح کرنا ایک ایک خال میں، ایک ایک طریقہ میں اس کی اس فطرت کے مطابق جو اللہ نے اس کی فطرت بنائی ہے، اور اس استعداد کے مطابق جو اللہ نے اس میں ودیعت فرمائی ہے، یہاں تک کہ اس کو اس کے کمال کی ان بلندیوں پر پہنچادے جو اس کا مقدر ہے۔

اور ایجاد انشاء تکاملی کی سنت کے مقابلہ میں تخلیق میں انہدام اور ٹوٹ پھوٹ کی سنت آتی ہے حتی کہ کم ہوتے ہوئے ختم رفتار ہوجائے اور چست ہوتے ہوئے معدوم ہوجائے، درجات کے گھٹنے میں اور درجات کے بڑھنے کی حالت میں یہاں تک کہ بلندیوں پر پہنچ جائیں منزلیں ہوتی ہیں۔

اس طرح رب کی ربوبیت اس کے معنی کے عموم کو شامل ہے، مربوب اس کی تخلیق کے آغاز سے اپنے کمال کی ان بلندیوں تک چڑھتا ہے جو اس کے لئے مقدر ہے، اور پستی کی ٹوٹ پھوٹ تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ فنا اور معدوم ہوجاتا ہے۔

اور اس تیاری میں اس کا معنی عمومیت کے ساتھ شامل ہونا ہے اس کی غذائیت، نشوونما، رہنمائی واصلاح، سیدھا رکھنا اور حفاظت کرنا، نگرانی ورعایت، ادب وتہذیب سکھانا، تعلیم دینا

جب مربوب تادیب، تہذیب اور تعلیم کا محتاج ہو۔

اس میں وہ مستقل امداد بھی شامل ہے جس کا وہ زندگی میں اپنی بقا کے لئے باجود میں بقا کے لئے محتج ہو اور ان دوسرے امور میں جن کا تحقیق کرنے والے تعلیم وتربیت اور تخلیق کے میدانوں کا ادراک کرتے ہیں۔

اس تیاری میں جو اس کی تکوین کا اہل ہو اس کا امتحان، محاسبہ، فیصلہ، حکم اور جزا بھی ان امور کے لئے اس کی تخلیق کے نقشہ کے مطابق شامل ہے۔

اور عطاء منع زیادتی، نقصان، جلانا، مارنا، تیر کرنا، منہدم کرنا، اور توڑنا، نشو ونما کرنا اور فنا کرنا وجود بخشا اور معدوم کر دینا یہ سارے تصرفات اور نفع وضرر کے تصرفات بھی شامل ہیں اور ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ نے اپنی مخلوقات میں حادثات وتغیرات سے جاری کی ہیں۔

اور تربیت کے معنی کی طرف دیکھتے ہوئے فروع کثیرہ اور ان کے لوازم کی طرف دیکھتے ہوئے کلمہ رب کا اطلاق عربی زبان میں کثیر معانی پر ہوتا ہے، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

ملک (بادشاہ) امیر (سردار) سید مطاع (وہ آقا جس کی اطاعت کی جائے)، مالک الشئ اور مستحق (چیز کا مالک اور اس کا حق دار) المدبر (تدبیر کرنے والا) القیم منعم (انعام یا نعمت دینے والا) المصلح لشیئ (چیز کی اصلاح کرنے والا) المنمی للشئ (چیز کی نشو ونما کرنے والا) وغیرہ اور بھی بہت سے معنی ہیں جو مذکورہ معانی کے مشابہ ہیں اور تربیت کے مفہوم عام کے ضمن میں داخل ہیں۔

اللہ کا اپنی مخلوق کی ربوبیت کے اعمال میں اختیار:

اللہ کے اپنی ربوبیت میں تمام تصرفات ترقی اور زوال وتوڑ پھوڑ کے لحاظ سے تدرج کی سنت کے مطابق چلتے ہیں البتہ معجزات خوارق عادات اور خاص کرامات اس سے مستثنی ہوتے

ہیں ان میں تدرج کی سنت نہیں چلتی بلکہ یہ سب ربانی تکوین کے حکم میں ایک ہی میں ہوجاتے ہیں، جیسا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا پہاڑ کی اس چٹان سے تھکنا جس کو ان کی قوم نے معین کیا ہے، اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کا پھٹ جانا اور ان کے عصا کا دوڑتا ہوا ازدہا بن جانا۔

اور اللہ عزوجل کے لئے تدرج کے طریقہ کے برعکس ذرا اس دیر میں خوارق عادات کے اجراء میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اور ان حکمتوں سے اس کی قدرت کا کمال ثابت ہوتا ہے اور ان سے اس کے رسول کی تائید ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس دعوی میں کہ وہ اللہ کا رسول ہے، صادق ہے اور ان میں اس کے بعض بندوں کا اکرام ہے کہ وہ جو نیکیاں کرتے ہیں ان پر انہیں جلدی ہی بدلہ مل جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ نے اپنے وسیع علم اور عظیم حکمت سے اپنی تخلیق کے عمل تمام عالموں کے لئے اپنی ربوبیت اپنی مخلوقات کے لئے ایجاد اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے ابتدا، انشاء، دواما اور نشو ونما کے لحاظ سے ان سب پر کی نگرانی کا اختیار اپنے پاس رکھا ہے پھر ان کی توڑ پھوڑ فنا اور معدوم کرنا کہ تکمیل انشاء اور نقصان والی توڑ پھوڑ پر بھی اس کو اختیار رہے۔

اللہ کا اپنی تخلیق میں یہی طریقہ ہے البتہ وہ جس میں چاہتا ہے اپنی کسی حکمت کے تحت استثناء کر دیتا ہے۔

اللہ عزوجل نے اپنے ان عملیات کے لئے یہ اختیار نہیں کیا کہ وہ تخلیق کے نظام میں ایک ہی بار میں ہوجائے پھر مخلوق کو اس کے لئے وضع کردہ پروگرام کے مطابق ان کے خالق کی طرف سے امداد، رعایت اور حفاظت کے بغیر آسانی عطا فرمادی۔

اس طرح مخلوق کا وجود ایک ہی بار میں ختم بھی نہیں ہوگا۔

اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات کو اسی نظام کے مطابق تخلیق کیا ہے جس میں وہ اپنے

خالق سے پلک جھپکنے ذراسی دیر کے لئے بھی بے نیاز نہیں ہے، چھوٹی بڑی مخلوق کی ذات وصفات میں ذراسی دیر کے لئے بھی۔

اگر اللہ تعالی کائنات کے وجود سے اور اس کو موجود رکھنے اس کی رعایت اور اس کی نگرانی سے انتہائی کم وقت کے لئے بھی اپنی امداد کا سایہ اٹھالیں تو تمام موجودات اپنی اصل یعنی عدم کی طرف لوٹ جائیں۔

یہ نظام ربانی جو کہ اپنے تمام مفہوم اور معانی میں نظام تربیت ہے، جس میں انشاء نگرانی محاسبہ اور فنا یہاں تک کہ اگر چاہے تو معدوم کر دینا بھی شامل ہے۔

اس حقیقت پر سورہ فاطر بھی اللہ عزوجل کا قول دلالت کرتا ہے (موجودہ ترتیب میں ۵۳ ویں اور ترتیب نزول میں ۴۳ ویں نمبر پر)

"إن الله يمسک السموات والأرض أن تزولا ولئن زالتا إن أمسكهمامن أحد من بعده إنه كان حليماً غفوراً" (۴۱) (بے شک اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کوٹل جانے سے روک رکھا ہے اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی دوسرا انہیں تھامنے والا نہیں ہے)۔

اس طرح اللہ کی ربوبیت اپنی تمام مخلوقات کے لئے تدریجی تصرفات والی ہے تکمیلی ترقی کی حالت میں بھی اور نقصان والی ٹوٹ پھوٹ کی حالت میں بھی۔

اس لئے جو اپنے عمل کو کامیاب اور بہت زیادہ نتیجہ خیز دیکھنا چاہتا ہے اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ ضرر رساں موجودات سے نجات کی حالت میں اشیاء کو کامیابی کی بلندیوں پر پہنچانے میں دھیرے دھیرے بڑھنے یا ان کو نچلی سطح پر پہنچانے میں قدم بقدم اتارنے کے لئے اللہ کی سنت تدرج کی پیروی کرے۔

یہ اللہ کے تصرفات میں اس کا حکمت بھرا طریقہ ہے حالانکہ اگر اللہ جل جلالہ چاہتا ہے

کہ ساری کائنات کو اس کی تمام بلندیوں ورفعتوں کے ساتھ یکبارگی پیدا کردے تو وہ محض کلمہ تکوین کن سے پیدا کرسکتا تھا اور وہ انتہائی کم وقت میں وجود میں آسکتی تھی۔

اللہ عزوجل نے سورہ یس (موجود ترتیب میں ۳۶ویں اور نزول کی ترتیب میں ۴۱ویں نمبر پر) میں فرمایا:

"إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون، فسبحان الذى بيده ملكوت كل شيئ وإليه ترجعون" (۸۲-۸۳)۔

اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ''کن'' (ہوجا) تو وہ ہوجاتی ہے، اس کی ذات بے عیب ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل اقتدار ہے اور اس کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو)۔

یہی حالت اگر اللہ چاہے کائنات کے وجود سے عدم میں بدلنے کی ہوگی۔

اس سنت ربانیہ کی اشیاء میں اور اللہ کے تصرفات واختیار کرنے میں مطابقت:

اس زبردست کائنات میں غوروفکر کرنے والا جب بھی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتا ہے خود اپنی ذات سے آغاز کرکے آسمان اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اپنے ادراک کی استطاعت کے مطابق چلتا ہے اور اللہ کی تخلیق اور ہر چیز میں اس کے تصرفات میں غوروفکر کرتا ہے تو وہ یہی پاتا ہے کہ اللہ جل جلالہ ان کے سلسلہ میں اپنی سنت تدرج کے مابق ہی کام کرتا ہے خواہ اشیاء کی ترقی دے کر بلندیوں پر پہنچانے کا معاملہ ہو، یا اس کے برعکس اس مقام پر پہنچانا ہو جہاں سے دنیا کا آغاز ہوا تھا۔

مثالیں:

اول: دلائل علمی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ عزوجل نے کائنات کا آغاز اپنے

مکمل علم، حکمت اور قدرت سے اجزائے بسیط چھوٹے سے چھوٹے ذرہ کی تخلیق سے کیا، یہاں تک کہ کہرے اور دھند کی شکل بن گئی۔

اور اشیاء کے لئے مقرر کردہ بلندیوں اور فیصلوں تک ترقی دینے کی اپنی سنت تدرج کے تحت تخلیق کے آغاز سے قبل حیرت انگیز ایجاد کے ذریعہ خالق کے اعمال اور اس کے حکمت سے پر تصرفات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جاننے والا ہر دیار اور قدرت والا ہے۔

یہاں تک کہ اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں مکمل کی یعنی چھ احقاب (زمانوں) میں کہ اس حقب یا زمانہ کی مقدار ہمیں معلوم میں ہے اور جیسا کہ اکثر شمار کرتے ہیں یہ لاکھوں سالوں پر مشتمل ہوسکتا ہے۔

اور یہ تخلیق پے بہ پے طریقوں کے مطابق تدرج والے تربیت اور نشو ونما کے نظام کے تحت چلتی ہے۔

دیکھا یہ جاتا ہے تدرج کے ساتھ نشو ونما اور آسمانوں کی دوری و وسعت اور کواکب و نجوم اور زمین کے عناصر میں تدرج کے ساتھ پستی و زوال یا ٹوٹ پھوٹ کے واقعات وہ عام علامات ہیں تو تخلیق میں اور کائنات میں اللہ کے تمام تصرفات پر دلالت کرتی ہیں۔

دوم: ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر قسم کے بڑے بڑے درخت اور زمین سے اگنے والی گھاس کا آغاز تدرج کے ساتھ ہی ہوتا ہے چھوٹے سے بیج سے ابتداء ہوتی ہے اور تدرج و تدریج کے نظام کے مطابق نباتات دھیرے دھیرے نشو ونما پاتی ہیں یہاں تک کہ ان بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں ان کے لئے مقرر کی گئی ہیں پہلے بہت چھوٹی ہوتی ہیں پھر درجہ بدرجہ بڑھتی ہیں او ر الگ الگ قسم کی نباتات کے لئے تخلیق کے میدان اور مقررہ عمر میں مقررہ بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں۔

پھر تدریجی نقص وکمی کی سنت کے مطابق دھیرے دھیرے خلق میں زوال واتار آتا ہے اور مختلف قسم کی نباتات کے لئے تخلیق کے میدان اور مقررہ عمر میں جو اللہ نے اس کے لئے مقدر ومقرر کیا ہے اور زوال کے لئے فیصلہ کیا ہے کمی آتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں اپنی تخلیق سے قبل تھی۔

اور وہ فنا ہو جاتی ہے اور چیز اپنی تخلیق سے قبل کے عناصر اولی کی طرف لوٹ جاتی ہے یہ سب بھی زوال کی سنت تدرج کے تحت دھیرے دھیرے ہوتا ہے۔

ہر قسم کی نباتات کے نشو ونما کے لئے ایک مقرر ومخصو نظام ہے یہاں تک کہ اسی کے تحت وہ اپنے کمال کی بلندیوں پر پہنچتی ہے اسی طرح زوال کا بھی نظام ہے جو اس کو اس جگہ پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اگنے سے پہلے تھی۔

سوم: ہمیشہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ کائنات کی تکوین تدرج والے نظام انشاء کے تحت ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی تخلیق کی ابتداء چھوٹے چھوٹے آئیٹموں سے ہوتی ہے جو خورد بینی ہوں یا خورد بینی سے بھی کم، یہاں تک کہ وہ خلیہ اولی کی صورت اختیار کرتا ہے اور یہ خلیہ تخلیق کی مختلف صورتوں میں منتقل ہوتا ہے حتی کہ ارحام میں استقرار پاتا اور مختلف شکلوں میں ترقی کرتا ہوا بڑھتا جاتا ہے، اور اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے اور درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے ہر نوع کے یا انواع کے کسی صنف کے اور زندہ کائنات میں سے اللہ کی مخلوقات کی اصناف کے مطابق درجہ کمال حاصل کر لیتا ہے۔

پھر دھیرے دھیرے نقص کی سنت کے تحت زندہ چیز کے لئے مقرر عمر کے مطابق اور اللہ کے اس فیصلہ کے مطابق جو زوال کے لئے کیا ہے کمی آتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اور پھر وہ فنا ہو جاتی ہے۔

کائنات میں پائی جانے والی زندہ اشیاء میں سے ایک انسان بھی ہے اس میں زوال

کی سنت اللہ کے فیصلہ اوراس کی قدرت کے مطابق چلتی ہے جب اللہ اس کی عمر طویل فرماتا ہے تو شیخوخت اوراس کے بعد کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ یٰس (موجودہ ترتیب میں ۳۶ ویں اورنزول ترتیب میں ۴۱ ویں نمبر پر) میں فرمایا:

"**ومن نعمره ننكسه فى الخلق أفلا يعقلون**" (۶۸) (ہم جس شخص کو لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو الٹ ہی دیتے ہیں کیا یہ حالت دیکھ کر انہیں عقل نہیں آتی)۔

اورموت کے بعد مردہ کے جسم کے فنا ہونے کا سلسلہ چلتا ہے، یہ تدریجی تکنیس کی سنت کے تحت ہوتا ہے یہاں تک کہ مقام پر لوٹ جاتا ہے جس پر وہ تدریجی ترقی کے انشاء سے قبل تھا۔

چہارم: یہ ممکن تھا کہ اللہ عزوجل نے جن تمام لوگوں کی تکوین کا فیصلہ کیا ان سب کو ایک ہی بار میں اس دن پیدا کر دیتا کہ دن آدم علیہ کو پیدا کیا تھا اوران کو ایک ہی زمانہ میں امتحان کی جگہ رکھ دیتا پھر اس زمانہ کے بعد دنیاوی زندگی کو ختم کر دیتا پھر لوگوں کو مبعوث فرماتا اور ان کا محاسبہ کرتا اور ان کے بارے میں فیصلہ فرمادیتا اوران کے امتحان کے نتائج کے مطابق انہیں جزا دیتا۔

لیکن اللہ نے جس کی حکمت بہت جلیل اور سلطنت بہت عظیم ہے انسانوں کی تخلیق کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم کی تخلیق سے کیا، اورانسانوں کی ایجاد کا سلسلہ نظام تناسلی کے تحت چلایا، اور ہر انسان کی ایک عمر مقرر کی اس میں اس کا امتحان لیتا ہے اورلوگوں کے ہر خاندان، قبیلہ یا نسل کے لئے ایک عمر مقرر کی جبکہ یہ خاندان، قبائل یا نسلیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے مختلف زبانوں میں ہوتے ہیں حتی کہ آخری انسان پیدا کیا جائے گا جس کے بارے میں حق ربانی کا فیصلہ کیا جا چکا ہے اور یہاں تک کہ قیامت کی گھڑی آجائے گی۔

انسانوں کی نسلوں کی تخلیق میں جو ہزاروں برسوں کے دوران ایک دوسرے کے پیچھے

اور ایک دوسرے سے ملحق رہے ہیں تدرج کی سنت کی بہت زبردست حکمت ہے جس ک ادراک وہی شخص کرسکتا ہے جو تاریخ بشر سے باخبر ہے، ان کے درمیان تعلق ہیں اور ہزاروں زمانوں میں لوگوں کی بہت سی نسلیں قبائل اور خاندان ہیں اور ان کی ترقی میں تدریجی، علمی ثقافتی، ثقافتی، تہذیبی وتمدنی اور عملی ترقی ہے یہ سب کچھ اسی مرحلہ سے ہے جس پر وہ تمدنی زمینوں کے آغاز سے پہلے ہی چلے، حتی کہ تمدن عظمی کی بلندیوں پر پہنچ گئے، انہیں زمین میں پوشیدہ بہت سے قوتوں اور مگر وتوں کی معرفت حاصل ہوگئی، اللہ نے جن چیزوں کو ان کے لئے مسخر کیا ہے ان میں سے بہت سی چیزوں سے فیض حاصل کیا اور ان سے کام لیا، آسمان دنیا کے خلاؤں میں گھومنے پھرنے لگے یہاں تک کہ چاند پر پہنچ گئے اور اب مریخ پر پہنچنے کی کوشش کررہے ہیں۔

اگر متابعت اور عادت ومعمول کے ساتھ مختلف زمانوں میں تدرج والا ارتقا نہ ہوتا تو وہ ان بلندیوں کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے تھے، اور ان کے درمیان جنگ وسلامتی کے یہ تعلقات ظاہر نہ ہوتے، یہ وہ امر ہے جو ان کے تعلقات کے لئے نظاموں اور قوانین وضع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ان کے مختلف انفرادی واجتماعی سلوک کے لئے احکام وضع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

پانچویں فصل:

لوگوں کے لئے ربانی رسالتوں اور رسالت خاتم میں تشریعی تدرج

اول: انسانی ارتقا کے تدرج کی رعایت کرتے ہوئے اللہ نے لوگوں کے لئے اپنی رسالتیں نازل فرمائیں جو ان کے ارتقا کے مختلف مراحل سے مطابقت رکھتی تھیں، اس میں تدرج کامل رکھا گیا جو آدم علیہ السلام کے عہد سے یہاں تک کہ نبی محمد ﷺ کی بعثت ہوگئی اور اللہ نے آپ کی بعثت کے ذریعہ مکارم، محاسن، اور فضائل وسلوک انسانی کو تدرج بشری کے مطابق مکمل کردیا۔

اس معنی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے بخاری، مسلم احمد اور ترمذی نے جابر اور ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''نبیوں میں میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا بہت اچھا بنایا، پایہ تکمیل کو پہنچایا اور بہت خوشنما بنایا اور اس میں اینٹ کی جگہ چھوڑ دی کہ وہاں ایک اینٹ نہیں لگائی اب لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں چل پھر کر دیکھتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس اینٹ کی جگہ کے سلسلہ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہی اچھا ہوا گر یہاں بھی اینٹ لگادی جائے تو میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں''۔

اور ربانی رسالتوں میں لوگوں کے خاندانوں اور قبائل میں انسانی احوال کی رعایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے یہود کے لئے طیب چیزوں کو حرام قرار دیدیا جو اس کے اس دین کی لائنوں پر نہیں تھا جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا کہ ان کو تمام لوگوں کے لئے حرام قرار دیدے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے سورہ نساء (قرآن کی موجودہ ترتیب میں ۴ اور ترتیب نزول میں ۹۲ ویں نمبر پر) میں فرمایا:

"فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيراً، وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل وأعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً" (۱۶۰-۱۶۱) (ان یہودیوں کے اس ظالمانہ رویہ کی بناپراوراس بناپر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور سود دیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں ہم نے بہت سی پاک چیزیں ان پر حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے)۔

اور جب اللہ عزوجل نے عیسی علیہ السلام کورسول بنا کر بھیجا تو ان کی رسالت میں بعض ان چیزوں کو حلال بنایا جو موسی علیہ السلام کی رسالت میں بنی اسرائیل کے لئے حرام کردی گئی تھیں۔

اللہ عزوجل نے سورہ آل عمران (قرآن کی موجودہ ترتیب میں نمبر ۳ اور نزول کی ترتیب میں ۸۹ ویں نمبر پر) میں حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر کے ضمن میں فرمایا:

"ورسولاً إلى بنى إسرائيل إنى قد جئتكم بآية من ربكم إنى أخلق لكم من الطين كهيئة الطير فأنفخ فيه فيكون طيراً بإذن الله وأبرئ الأكمه والأبرص وأحى الموتى بإذن الله وأنبئكم بما تأكلون وما تدخرون فى بيوتكم إن فى ذلك لآية لكم إن كنتم مؤمنين، ومصدقا لما بين يدى من التوراة ولأحل لكم بعض الذى حرم عليكم وجئتكم بآية من ربكم فاتقوا الله وأطيعون" (۴۹-۵۰)۔

(اور بنی اسرائیل کی طرف مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اس کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا ہوں، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو، اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو، اور میں اس تعلیم اور ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بعض ان چیزوں کو حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں، دیکھو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں لہذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔

اور جب اللہ نے اپنے رسولوں کے خاتم محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ کی رسالت تمام لوگوں کے لئے عام ہے جو تمام طیب چیزوں کی اباحت اور خبائث کی تحریم پر مشتمل ہے اور بنی اسرائیل پر جو بھاری تکلیفیں رکھی گئی تھیں وہ عام لوگوں اور جو تمام لوگوں سے متعلق ہیں ان کی رعایت سے ہٹادی گئیں۔

اللہ عزوجل نے سورہ اعراف (ترتیب مصحفی میں نمبر ۷ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۹) میں فرمایا:

"واكتب لنا فى هذه الدنيا حسنة وفى الآخرة إنا هدنا إليك قال عذابى أصيب به من أشاء ورحمتى وسعت كل شيئ فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكوة والذين هم بآياتنا يؤمنون، الذين يتبعون الرسول النبى الأمى الذى يجدون مكتوبا عندهم فى التوراة والإنجيل يأمرهم بالمعروف وينهاهم

عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التى كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النورا لذی أنزل معهم أولئک هم المفلحون" (۱۵۶-۱۵۷)۔

(اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی، ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا اللہ نے فرمایا سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں، مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے (پس یہ رحمت آج ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر نبی ﷺ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے وہ نہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ لوٹا رہتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوتے تھے لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت ونصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے وہی فلاح پانے والے ہیں)۔

اورلوگوں کے لئے اللہ کی رسالتوں کے بھیجے جانے میں تدرج کی تحقیق گہرے او روسیع مطالعہ کی متقاضی ہے اس میں شک نہیں مطالعہ انسانوں کے مختلف قسم کے احوال اور لوگوں کے جنگ اور امن وسلامتی کے تعلقات میں مطابقت پیدا کرنے والی اس کی رسالتوں کے دھیرے دھیرے نازل کرنے میں اللہ کی سنت کی حکمتوں سے پردے اٹھائے گا جو طویل زمانوں اور مدتوں میں اور ایک کے بعد ایک آنے والی نسلوں میں تکمیل کو پہنچی۔

دوم: قرآن مجید کا نزول دھیرے دھیرے ہوا جو دین کی معرفت، رسول اللہ ﷺ اور ایمان لانے والوں کی تربیت میں کفار کے حق کو قبول کرنے، بحث ومباحثہ، قتل وجدال اور

اطمینان میں قرب یا بعد کے مختلف مواقع پر تدابیر اور احکام وقوانین کو تدرج کی سنت کے مطابق اولیات کے لحاظ سے نازل کرنے میں عجیب اثر رکھتا ہے۔

اللہ کی کتاب میں تدبر وتفکر کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اس کے نزول کے مراحل کی تحقیق میں محنت ومشقت کرے، سورتوں کے نزول کی ترتیب کے سلسلہ میں علماء نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے استفادہ کرے اور ایک سورہ میں آیتوں کی جو ترتیب ہے اس کو پہچانے، جب تک کہ اس کے برعکس کوئی نص سامنے نہ آئے اس طرح کہ کسی ایک آیت یا کچھ آیتوں کا تقدم ثابت ہوجائے یا سورہ کے نزول کا تاثر ثابت ہوجائے، ایسی صورت میں نزول کے تقدم یا تاخر کے سلسلہ میں واضح نص سے جو کچھ ثابت ہو اس کی اتباع کرے۔

کبھی کبھی نزول کی ترتیب کا پتہ عقلی بصیرت سے چلتا ہے جو اللہ کی سنت کے اصولوں اور قواعد کی طرف رہنمائی کرتی ہے جس کے مطابق بڑے بڑے قرآنی نصوص اور قوانین کے احکام نازل ہوئے۔

دھیرے دھیرے نزول کے مرحلوں کی رعایت اور تدبر وتفکر میں ان کا لحاظ رکھنا تفسیر کے دوران ہونے والی ان غلطیوں سے محفوظ رکھتا ہے جو بعض مفسرین نے صادر ہوئی ہیں کہ ان میں سے بعض حضرات مدنی قصوں کی شرح یا سبب میں مکی نص پیش کردیتے ہیں اور اس نص قرآنی کو بے موقع محمول کرتے ہیں کہ کبھی کبھی اسے یہ طریقہ اختیار کرکے زبردست دغا وغلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں کبھی بعض مفسر مکہ میں پیش آنے والے کسی واقعہ کے سبب نزول میں مدنی نص پیش کردیتے ہیں جبکہ ان کے درمیان کوئی ربط وتعلق نہیں ہوتا۔

احکام پر قوانین کے نزول کے سلسلہ میں بعد میں آنے والی نص اس امر کی زیادہ مستحق ہوتی ہے کہ اگر وہ اپنے سے پہلے نازل ہونے والے حکم یا قانو کے بالکل برخلاف ہو جیسا کہ منسوخ کرنے والی آیتوں کا معاملہ ہے تو احکام اور قوانین کے سلسلہ میں اس کو ترجیح دی جائے۔

دوسری صورت میں جب پہلے نازل ہونے والی نص کے پوری طرح برخلاف نہ ہوتو یہ اس کی تکمیل کرنے والی ہوگی یا اس کے کسی ابہام کی وضاحت کررہی ہوگی یا کسی عموم کی تخصیص کرنے والی یا کسی ایسے حکم کو ثابت کرنے والی ہوگی جو پہلی آیت سے یا آیتوں سے ثابت نہیں ہو یا پہلے والی نصوص کے حکم کے معاملہ میں آخری حد کو بیان کرنے والی ہوگی یا ان احکام ودلالت کی تکمیل کرنے والی ہوگی جو پہلے والی نصوص سے نہیں ہوئی، اس کے لئے تعلیم، تربیت اور قانون سازی میں تدرج کی حکمت کا التزام کیا گیا۔

تربیت وتدبیر سے متعلق نصوص کے نزول کے مراحل میں غوروفکر تربیت کے حکیمانہ طریقوں میں تدرج کے نتائج وفوائد کو کھول کر سامنے رکھ دینا ہے۔

تربیتی تدابیر میں جو تکرار واعادہ ہوتا ہے اس کا مقصد نفوس میں اتر جانا، اور فائدوں کا حصول ہوتا ہے جیسا کہ جسمانی صحت وتندرستی کے سلسلہ میں دوا کے ذریعہ علاج میں ہوتا ہے۔

تربیت اور علاج سے متعلق نصو کے تدرجی مراحل ہوتے ہیں اور یہ قرآن کے تربیتی اسلوب کے مطابق ہوتے ہیں جو سوسائٹی کی نفسیاتی حالت کے مطابق ہوتے ہیں۔

یہی صورتحال اصلاح کی تحریک اور دعوتی اسلوب وجہاد کی اصناف سے متعلق نصوص کی ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف کائنات سے متعلق خبر دینے والی نصوص میں اور ان نصوص میں جو عقائد اور اصول دین کو کلی اور عمومی شکل دیتے ہیں سے مراحل ہوتے ہیں، ان میں ایک مرحلہ تدریجی تعلیم کا ہوتا ہے، اور تربیتی تدرج کا مرحلہ اس کا نہیں ہوتا کہ بعد میں آنے والی عمل ہی معتبر قرار دیا جائے بلکہ یہ سب کے سب بذات خود مطلوب ہوئے ہیں اور ان کا بذات خود ایک مقصد ہوتا ہے بعد والے کا پہلے والے سے متعلق ہوتا ہے ان کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے گویا کہ وہ ایک ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے نزول کے مراحل کی رعایت اور آیتوں کے نزول کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے غور وفکر کرنے سے زبردست فائدہ ہوتے ہیں اس سے بہت بڑے مفہوم سامنے آتے ہیں جن کا تدرج کی حکمت سے گہرا تعلق ہوتا ہے، اور قرآن کریم میں جہاں نصوص کے درمیان فرق کئے بغیر تکرار واعادہ پایا جاتا ہے اس کے بارے میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی غرض تکمیل ہے۔

جو شخص قرآنی نصوص کے نزول کی اس ترتیب کا لحاظ نہیں رکھتا جو بیان کی گئی ہے وہ نزول کے سلسلہ میں قرآن کے معاملات کا ادراک نہیں کرسکتا۔ نہ ہی احکام تربیتی اسلوب ووسائل اور قرآنی موضوعات میں کمال فکر کے تدرج کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا ہے نہ ہی ناسخ ومنسوخ کی معرفت اسے حاصل ہوسکتی ہے جس سے ایسی زبردست غلطیاں ہوجاتی ہیں جو قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کے سلسلہ میں کسی طرح نہیں ہونی چاہئیں۔

مثالیں:

پہلی مثال: قرآن کریم کی سورتوں کے نزول کی ترتیب میں غور کرنے والا اللہ عزوجل کی حکمت مشاہدہ کرتا ہے کہ آغاز ایمان کے تقاضوں سے ہوا، ساتھ ہی اجتماعی اخلاق کے تقاضے پیش کئے گئے ان میں سب سے اہم ضرورت مندوں، فقراء ومساکین، یتیموں، قیدیوں اور بے سہارا لوگوں پر لطف وکرم ہے۔

پھر ایمان کے بعد نماز آئی جو بندہ کا اس کے رب سے ربط قائم کرتی ہے ساتھ ہی فواحش سے روکتی ہے۔

پھر عمومی شکل میں زکوۃ آئی اور اس کی محدود ومقدار واجب قرار دے کر قبول کی گئی، ساتھ ہی لوگوں کے مالوں کی باطل طریقہ سے کمانے کو حرام قرار دیا گیا اور اللہ کی دعوت دعوت کو واجب قرار دیا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد مدنی دور کے شروع

میں روزہ فرض کیا گیا۔

اور اللہ کے راستہ میں قتال کے ذریعہ جہاد۔

پھر شراب اور کھانے پینے کی خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔

پھر حج اور عمرہ اور اسلام کی نشر واشاعت کا عمل۔

اور معاملات کے جو احکام سب سے آخر میں نازل ہوئے ان میں ایک ربوا کی قطعی تحریم ہے۔

دین کے بیان میں اولیات کے لحاظ سے تدرج کی تدبیر کے بارے میں کئی حدیثیں رہنمائی کرتی ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

ا-مسلم نے اپنی صحیح میں ابوامامہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عمرو بن عبسہ السلمی نے کہا۔

دور جاہلیت میں میں لوگوں کو گمراہ قرار دیتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ صحیح راستہ پر نہیں ہیں جبکہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے، اس دوران میں نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص کچھ باتیں کہتا ہے، چنانچہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور مکہ پہنچا، وہاں رسول اللہ خفیہ طور پر دعوت کا کام کر رہے تھے کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ پر غلبہ حاصل کئے ہوئے تھے، میں نے نرم روی اختیار کی اور آپ کے پاس پہنچا، اور سوال کیا، آپ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں نبی ہوں''۔

میں نے عرض کیا: ''نبی کیا ہوتا ہے''؟

فرمایا: ''مجھے اللہ نے بھیجا ہے''۔

میں نے عرض کیا: ''آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟''

فرمایا: ''مجھے صلہ رحمی اور بت شکنی کے حکم کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

۲- بخاری نے زہری سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے اپنے والد کے حوالہ سے خبر دی، انہوں نے کہا:

جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے وہاں آپ نے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کو پہلے سے موجود پایا، آپ نے فرمایا:

اے چچا! آپ لا الہ الا اللہ کا کلمہ کہہ دیجئے میں اس کی بنیاد پر آپ کے حق میں اللہ سے سفارش کروں گا،'' رسول اللہ ﷺ نے پورا زور لگایا کہ اپنے چچا ابوطالب سے کلمہ توحید کہلالیں، انہیں جہنم میں ہمیشہ کے عذاب سے نجات مل جائے اور یہ آپ کے چچا کی اس حالت کی نسبت سے اولیات میں سب سے بہتر کلمہ تھا کہ وہ موت کے دہانہ پر تھے جبکہ یہ اسلام میں داخلہ کے لئے پہلا اور لازمی امر ہے۔

۳- بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے انہیں خبر دی کہ ہرقل نے قریش کے ایک قافلہ میں انہیں بلایا جب وہ ایلیا میں تھے وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں اپنے دربار میں بلالیا جہاں اس کے اردگرد روم کے روساء جمع تھے، اس نے کہا تم میں سے نسب کے لحاظ سے اس شخص سے سب سے زیادہ قریب کون ہے جو خود کو نبی قرار دیتا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا میں نسب کے لحاظ سے اس سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

حدیث میں ہے کہ ہرقل نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کئی سوال کئے، اور ابوسفیان نے سب کے سچ سچ جواب دیئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے پوچھا وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو اور تمہارے آباء واجداد اور جو کچھ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور زکوۃ وصدق سچائی اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

یہ حدیث بہت طویل ہے اور اس کے آخر میں آیا ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ سچ ہے تو وہ میرے ان قدموں کے نیچے کی زمین کا بھی جلد ہی مالک ہو جائے گا، میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔

۴- جب بعض مسلمانوں نے مکہ کے مشرکوں کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہاں سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مشرک سرداروں نے اس امید پر کہ وہ اس کے ملک کی طرف ہجرت کر کے جانے والے ان کے لوگوں کو ان کے حوالہ کر دے گا نجاشی کے پاس کچھ ہدایا کے ساتھ ایک وفد بھیجا تو نجاشی نے مہاجرین کو بلایا تا کہ ان سے ان کی ہجرت کے اسباب معلوم کرے اور اس رسول کے بارے میں معلومات حاصل کرے جس پر اپنی قوم کی مخالفت کرتے ہوئے وہ ایمان لائے ہیں، اس وقت مہاجرین کی طرف سے جعفر بن ابی طالب نے ترجمانی کا رول ادا کیا۔

اور جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضرت محمد ﷺ کی دعوت کے بارے میں سوال کیا اور یہ کہ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟

اس وقت حضرت جعفرؓ نے جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانتوں کے ادا کرنے، صلہ رحمی، پڑوسیوں سے حسن سلوک، جرائم اور خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ ابن ہشام جیسے علماء سیرت نے ذکر کیا ہے۔

۵- اور بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا (طویل حدیث میں سے)....قرآن کی مفصل سورتوں میں سے سب سے پہلے جو کچھ نازل کیا گیا اس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو پھر حلال وحرام کے احکام نازل فرمائے کہ اگر سب سے پہلے یہ نازل فرما دیتا کہ شراب مت پیو تو وہ کہتے

ہیں ہم تو شراب کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے اور اگر نازل فرمادیتا زنا مت کرو، تو وہ کہتے ہم تو کبھی بھی زنا نہیں چھوڑیں گے۔

دوسری مثال: شراب کو حرام قرار دینے میں تدرج:

شراب کے سلسلہ میں نصوص حکیمانہ طور پر بتدریج آئیں جہاں تک کہ آخر میں قطعی طور پر حرام قرار دینے والا حکم آ گیا اس سلسلہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سب سے پہلے مکی دور میں اشارہ آیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک صفت یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے لئے طیب خبروں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، یہ بات ان اوسط قسم کی سورتوں میں آئی جو مکی دور میں نازل ہوئیں۔

چنانچہ سورہ اعراف (ترتیب قرآنی میں نمبر ۷ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۹) میں بنی اسرائیل کے ذکر اور بشارت دینے والے رسول خاتم پر ایمان کے ضمن میں جو اللہ کی رحمت میں ان کی شمولیت کے لئے واجب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہوا:

"الذين يتبعون الرسول النبى الأمى الذى يجدونه مكتوباً عندهم فى التوراة والإنجيل يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التى كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذى أنزل معه أولئك هم المفلحون"(۱۵۷)۔

(جو لوگ اس رسول نبی امی (ﷺ) کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہذا جو لوگ اس پر ایمان

لائیں اور اس کی حمایت ونصرت کریں اور اس کی روشنی میں پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے وہی فلاح پانے والے ہیں)۔

اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ اہل عقل ودانش کی رائے میں شراب ایک خبیث شئ ہے اس لئے ان پر لازم ہے کہ اسے نہ پیئیں۔

اس طرح اس نص میں اس سے بچنے کا اشارہ ہے جس کو ذہین وفطین لوگ بخوبی سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ عزوجل نے عہد مکی میں ہی مذکورہ اشارہ سے بھی زیادہ قوی اشارہ نازل فرمایا، چنانچہ اللہ عزوجل نے سورہ النحل (ترتیب قرآنی میں نمبر ۱۶ اور ترتیب نزول میں نمبر ۷۰) میں ارشاد فرمایا:

"ومن ثمرات النخیل والأعناب تتخذون منه سکراً ورزقاً حسناً إن فی ذلک لآیة لقوم یعقلون" (۶۷) (اور کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم تمہیں ایک چیز پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لئے)۔

غور وفکر کرنے والا اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ کھجور اور انگور کے پھل پاکیزہ ورزق ہیں اور ان میں وہ چیز بھی پائی جاتی ہے جس سے لوگ نشہ حاصل کرتے ہیں جبکہ یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سکر رزق حسن نہیں ہے، اس لئے اگر اس کے پینے میں کوئی فائدہ ہوتا تو اس کو رزق قرار دیا جاتا اور اس کو عموم رزق میں شامل کیا جاتا۔

چنانچہ جب آیت میں سکر کو رزق حسن سے الگ کر دیا گیا تو ہر غور وفکر کرنے والے کے لئے لازم ہو گیا کہ وہ یہ سوچے کہ اس کو اس لائق نہیں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ یہ خبیث قسم کی چیز ہے۔

لیکن ان پھلوں کو خیر کے ذریعہ نشہ آور بنانے میں خالق کی تدبیر سے متعلق قوانین کے سلسلہ میں دلالت پائی جاتی ہے اس وجہ سے اللہ عزوجل نے آیت کے آخر میں فرمایا: ''اِن فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون'' (یقیناً اس میں عقل سے کام لین والوں کے لئے نشانی ہے)۔

یہ آیت اللہ کی ظاہری کاریگری سے توجہ ہٹا کر اس کی حکمت علم قدرت اور اپنے بندوں پر اس کی عنایت اور رحمت لیس استدلال کے لئے نازل ہوئی، کہ وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

پھر مدنی دور کے ابتداء میں صریح طور پر حرام قرار دینے والی تمہید نازل ہوئی۔

چنانچہ اللہ تعالی نے سورہ بقرہ (ترتیب قرآنی میں نمبر ۲ ترتیب نزول میں نمبر ۸۷) میں جو کہ مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورہ ہے، ارشاد ہوا:

"یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیهما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمهما أکبر من نفعهما'' (۲۱۹) (لوگ آپ سے شراب اور جوتے کا حکم معلوم کرتے ہیں آپ فرمادیجئے ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگر چہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے)۔

صاحب عقل وفہم ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کا گناہ اس کے نفع سے زیادہ ہو اس کا حرام ہونا ہی زیادہ مناسب ہے، چنانچہ قرآن کے اس بیان سے ہی شراب حرمت کا حکم نکل آتا ہے اگر چہ اس میں صراحت کے ساتھ حرام کا حکم نہیں آیا ہے کہ جس چیز کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہو اہل دانش کے لئے لازم ہے کہ اس سے اجتناب کریں کیونکہ وہ شراب پینے کے نفع ونقصان کو جانتے ہیں کہ اس کو پابندی سے پینے میں نقصان ہے چنانچہ وہ نقصان دینے والی چیزوں سے عملاً کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

اس لئے اللہ عزوجل نے اس آیت کو اس ارشاد پر ختم فرمایا اللہ تمہارے لئے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے:

"كذلك يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون" (۲۱۹) (تاکہ تم دنیا اور آخرت دونوں کی فکر کرو)۔

پھر اللہ عزوجل نے سورہ نساء (ترتیب قرآن میں ۴ ترتیب نزول میں ۹۲) میں فرمایا:

"يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون" (۴۳) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک یہ نہ سمجھنے لگے کہ تم کیا کہہ رہے ہو)۔

اس طرح یہ نص نماز کے اوقات میں شراب پینے یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی حرمت کے بارے میں صراحت کے ساتھ آگئی کہ اس میں اس سے کلی طور پر دور رہنے کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

جب مذکورہ نص کا معاملہ یہ ہے کہ یہ شراب پینے کی ممانعت کرتی ہے اگر چہ اس کو حرام قرار دینے کی اس میں صراحت نہیں ہے تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

"إن الله كان عفواً غفوراً" (۴۳) (بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشش مغفرت کرنے والا ہے)۔

واضح رہے کہ عفو و غفران کی بات کسی گناہ یا جرم کے ارتکاب پر وارننگ کے طور پر کہی جاتی ہے اور کبار صحابہ کے لئے تو اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ اس سے دلیل کا استنباط ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے لئے ممنوع قرار دے لیا کہ ان کا معاملہ ان لوگوں جیسا نہیں تھا جنہیں حرام قرار دینے کے لئے واضح اور صریح نص کی ضرورت تھی۔

آخر میں اللہ عزوجل نے سورہ مائدہ (ترتیب قرآنی میں نمبر ۵ اور ترتیب نزول میں نمبر ۱۱۲) میں یہ حکم نازل فرمایا، یاد رہے یہ سورہ قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی

سورتوں میں ہے۔فرمایا:

"يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون، إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء فى الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون، وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول واحذروا فإن توليتم فاعلموا أنما على رسولنا البلاغ المبين"(۹۰-۹۲)۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے محفوظ رہوگے، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو اور باز آجاؤ لیکن اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر اس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے)۔

اس طرح آخر میں شراب کو حرام قرار دینے والی یہ نص قطعی صریح الفاظ میں آئی اور جب رسول اللہ نے اس کے نزول کے بعد اس کو اپنے صحابہؓ کے سامنے تلاوت کیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: "انتهينا يا رب انتهينا" (اے ہمارے رب ہم رک گئے، رک گئے) جبکہ اس سے پہلے آپؓ فرمایا کرتے تھے اے اللہ! شراب کے سلسلہ میں واضح حکم نازل فرما، آپؓ شراب کے حرام ہونے کو قطعی قرار دیتے تھے۔

تیسری مثال: ربوا یا سود کے حرام ہونے میں تدرج:

ربوا کے حرام ہونے کا حکم پہلے ہی مرحلہ میں اور ایک دفعہ میں نازل نہیں فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کی حکمت اس کو حرام قرار دینے میں تدرج کی سنت کی پابندی کا تقاضا کرتی تھی۔

قرآنی نصوص میں نزول کے مرحلوں کے مطابق غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

اول: رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مکی دعوت کے آخری دور میں اللہ عزوجل نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ربوا کے معاملہ میں اللہ برکت نہیں دیتا اور نہ ہی اس کام کے کرنے والے کی تعریف ومدح فرماتا ہے چنانچہ سورم روم (ترتیب قرآنی میں نمبر ۳۰ اور ترتیب نزول میں نمبر ۸۴) میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

"وما آتیتم من ربا لیربوا فی أموال الناس فلا یربو عند الله وما آتیتم من زکوة تریدون وجه الله فأولئک هم المفلحون" (۳۹) (تم جو سود لیتے ہوتا کہ وہ لوگوں کے اموال میں شامل ہوکر بڑھ جائے تو اللہ کے نزدیک میں بڑھتا نہیں ہے اور جو زکوۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے دیتے ہو اس کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں)۔

ارشاد ہے یربو، اس کا مطلب ہے ینمو یزید یعنی بڑھانا اور زیادہ کرنا ہے۔

اس آیت میں جو حکم آیا ہے وہ بعد میں آنے والے زیادہ واضح بیان کے لئے تمہید ہے اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی لائن ربا کو قطعی طور پر حرام قرار دینے کی سمت میں چل رہی ہے۔

دوسرے: مدنی عہد کے اوائل میں اللہ عزوجل نے سورہ آل عمران (ترتیب نزول میں نمبر ۳ اور ترتیب نزول میں ۸۹) میں ارشاد فرمایا: یاد رہے کہ یہ تیسری مدنی سورہ ہے۔

"یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا الربا أضعافاً مضاعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون، واتقوا النار التی أعدت للکافرین" (۱۳۰-۱۳۱) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے)۔

اس آیت میں ربا کے معاملہ میں صریح طور پر ممانعت آ گئی جو دور جاہلیت میں معروف تھا جس میں بڑھ چڑھ کر ربا کا حق قرار دیتے تھے ان آیتوں میں جہنم کے عذاب سے بچنے کا بھی یہی حکم ہے۔

لیکن ربا کھانے کو خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو حرام قرار دینے میں یہ صریح نص نہیں ہے۔

تیسرے: پھر اللہ عزوجل نے یہود کے ربا کھانے پر ان کی مذمت کی اور تشنیع کی جبکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور ربا کو عام کر دیا کہ اضعافاً مضاعفۃ کا یہاں ذکر نہیں کیا جیسا کہ ربا کے سلسلہ میں دوسرے نمبر کے تحت کہا گیا تھا۔

یہاں فکر میں تردد پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ قسم کا ربا ہے جیسا کہ راجح قول ہے یا جو اضعافاً مضاعفۃ ہو۔

تو اللہ عزوجل نے سورہ نساء (ترتیب قرآنی میں نمبر ۴، ترتیب نزول میں نبر ۹۲) میں فرمایا: یاد رہے یہ مدینہ میں نازل ہونے والی چھٹی سورہ ہے۔

"فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيراً، وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال لناس بالباطل وأعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً" (۱۶۰-۱۶۱) (ان یہودیوں کے اس ظالمانہ رویہ کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور سود دیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں ہم نے بہت سی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے)۔

یہ نص اس امر کی تمہید اور وارننگ تھی کہ اللہ کی لائن ہر ایک ربا کو حرام قرار دینے کے

اعلان کی ہے چاہ وہ کتنا ہی کم ہو۔

اس نص کے ضمن میں اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کا انجام وہی ہوگا جو اس سے قبل یہود کا ہو چکا ہے۔

چوتھے: پھر اللہ عزوجل نے نص اخیر نازل فرمائی جو ربا کو حرام قرار دینے میں نص قطعی ہے کہ وہ چاہے کم ہو یا زیادہ، اور یہ قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیتوں میں ہے جس کو مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورہ میں شامل فرمایا گیا جو اس امر کی طرف دلالت کرتی ہے کہ قطعی حرام قرار دینے کی لائن اس میں شامل ہے چاہے ربا کم ہو یا زیادہ، مدینہ میں مملکت اسلامی کے قیام کا تقاضا یہ ہے کہ حرام قرار دینے والا یہ حکم اس کی ابتدا سے ہی اس کے اقتصادی نظام میں شامل ہے لیکن اس کے نفاذ کے سلسلہ میں تدرج کی حکمت کا تقاضا قطعی طور پر حرام قرار دینے والی نص کے مدنی مرحلہ کے آخر تک موخر نزول کرنے کا تھا، اور جب مملکت اسلامی کی بنیادیں مستحکم ہو گئیں تو اللہ عزوجل نے سورہ بقرہ (ترتیب قرآنی میں نمبر ۲ اور ترتیب نزول میں نمبر ۸۷) میں فرمایا:

"الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس ذلک بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربا وأحل الله البيع وحرم الربوا فمن جائه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وأمره إلى الله ومن عاد فأولئک أصحاب النار هم فيها خالدون، يمحق الله الربا ويربى الصدقات والله لا يحب كل كفار أثيم، إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات وأقامو الصلاة وآتوا الزكوة لهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون، يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربا إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا

تظلمون، وإن كان ذوعسرة فنظرة إلى ميسرة وأن تصدقوا خير لكم إن كنتم تعلمون، واتقوا يوما ترجعون فيه إلى الله ثم توفى كل نفس ما كسب وهم لا يظلمون"(۲۷۵-۲۸۱)۔

(مگر جولوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر باؤلا کر دیا ہواوراس حالت میں اس کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، لہذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سودخوری سے باز آجاتے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اس حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے، اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو ونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا ہاں جولوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں ان کا اجر بے شک ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو،لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تیرے خلاف اعلان جنگ ہے اب بھی توبہ کرلو اور سود چھوڑ دو تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے حق دار ہو، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو اور جو صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کہ تم سمجھو، اس دن کی رسوائی اور مصیبت سے بچو جب تم اللہ کی طرف واپس ہو گے وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا)۔

بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے۔

اور ابن رشد نے عمر بن الخطابؓ کے مقدمات میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ نے اپنے رسول پر جو آخری چیز نازل کی وہ آیت ربا ہے۔

چوتھی مثال: اللہ کے راستہ میں جہاد کے احکام میں تدرج، دعوت کے جہاس سے قتال کے جہاد کی طرف۔

میں نے اپنی کتاب ''بصائر للمسلم المعاصر'' میں جہاد فی سبیل اللہ میں تین فصلوں پر مشتمل ایک باب لکھا ہے اس باب میں جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت اور قتال سے متعلق آیتوں میں غور وخوض کیا، اور ان آیتوں میں نزول کی ترتیب کے لحاظ سے مکمل تحریک کے طور پر تفکر وتدبر کیا، تو اس تدبر سے مجھ پر حکیمانہ تدرج کی نسبت ظاہر ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے آغاز سے آپ کی جہادی زندگی کے آخری مراحل تک ہے اور یہ باب اختصار کے باوجود ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

میں اس رسالہ میں اس کلام کی نقل پر اکتفا کرتا ہوں جس کا اس سلسلہ میں ابن قیم نے اپنی کتاب ''زاد المعاذ'' میں التدرج فی الجہاد کے عنوان سے خلاصہ پیش کیا ہے، جس سے رسول اللہ ﷺ کی کفار اور منافقین کو ہدایت کی ترتیب ظاہر ہوتی ہے (جز ۳/ ۱۵۸)۔

سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر اللہ تبارک وتعالی نے یہ وحی کی کہ اپنے اس رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا اور یہ آپ کی نبوت کا آغاز تھا، چنانچہ آپ کو حکم دیا کہ فی نفسہ پڑھیں اس وقت تبلیغ کا حکم نہیں دیا تھا، پھر نازل فرمایا: "یا أیها المدثر" (ترتیب قرآن میں نمبر ۷۴ اور ترتیب نزول میں نمبر ۴)۔

پھر آپ کو اس ارشاد کے ذریعہ خبر دی (اقرأ پڑھو) اور آپ کی طرف سورہ یا ایہا المدثر بھیجا، پھر حکم دیا کہ اپنے قریبی لوگوں کو ڈرائیں۔

پھر اپنی قوم کو ڈرائیں۔

پھران کے اردگردعرب میں جولوگ ہیں ان کوڈرائیں۔

پھر سارے عرب کوڈرائیں۔

پھر ساری دنیا کوڈرائیں۔

اس طرح نبوت کے بعد زیادہ سال آپ بغیر قتال کے اور بغیر جزیہ کے انذار بالدعوۃ کرتے رہے، اور صبرودرگذر کے ساتھ حکم دیتے رہے۔

پھر آپ کو ہجرت کی اجازت دی اور قتال کی اجازت دی۔

پھر آپ کو حکم دیا کہ جو آپ سے قتال کرے آپ بھی اس سے قتال کریں اور جو آپ سے قتال نہ کرے آپ بھی اس سے رکے رہیں۔

پھر آپ کو مشرکین سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے۔

پھر جہاد کے حکم کے بعد آپ کے ساتھ کفار کے معاملات تین قسم کے ہو گئے۔

الف-اہل صلح

ب-اہل حرب

ج-ذمی یا اہل ذمہ

پھر حکم دیا کہ جن لوگوں سے معاہدہ اور صلح کا معاملہ ہو چکا ہے جب تک وہ عہد پر قائم رہیں ان کے ساتھ عہد پورا کیا جائے اور وعدہ وفا کیا جائے لیکن اگر ان کی طرف سے خیانت کا اندیشہ ہے تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیا جائے اور جب تک ان کی طرف سے نقض عہد ظاہر نہ ہو جائے ان کے ساتھ قتال نہ کیا جائے۔

اور حکم دیا گیا کہ جو نقض عہد کریں ان سے قتال کیا جائے۔

اور جب سورہ براءۃ ان تمام اقسام کے حکم کے بیان کے ساتھ نازل ہوگئی تو آپ کو حکم

دیا کہ اہل کتاب میں سے اپنے دشمنوں سے اس وقت تک قتال کریں جب تک وہ جزیہ نہ ادا کریں یا اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

اور کفار ومشرکین کے ساتھ جہاد کا اور اس سلسلہ میں ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم دیا۔

تب آپ کو کفار کے ساتھ معاہدوں کے سلسلہ میں اظہار براءۃ اور ان کے عہد ان کی طرف پھینک دینے کا حکم دیا اس میں اہل عہد کی تین قسمیں کیں:

ایک قسم وہ ہے جن سے آپ کو قتال کا حکم دیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نقض عہد کیا، اور عہد پر قائم نہیں رہے، آپ نے ان سے جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا۔

دوسری قسم وہ کہ انہوں نے ایک خاص وقت کے لئے معاہدہ کیا اور نقض عہد نہیں کیا نہ آپ پر غلبہ پانے کی کوشش کی ان کے بارے میں حکم دیا کہ ان کے عہد کی مدت پوری کریں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن سے آپ کا کوئی معاہدہ نہیں تھا، نہ ہی انہوں نے آپ سے جنگ کی، یا آپ سے ان کا مطلق معاہدہ ہوگیا ان کے بارے میں آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو چار ماہ کی مہلت دیدیں اور جب یہ مدت پوری ہو جائے تو ان سے قتال کریں۔

اس طرح آپ نے نقض عہد کرنے والوں سے قتال کیا، اور جن لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں تھا یا معاہدہ مطلق تھا انہیں چار ماہ کی مہلت دی اور آپ کو حکم دیا کہ جو اپنے عہد کی پابندی کرے اس کے عہد کی مدت پوری کی جائے۔

پانچویں مثال: قرآن کریم کے نزول کے مرحلوں کے سلسلہ میں بیان مختار کے اسلوب میں ارتقائی تدرج:

مکہ مکرمہ میں کفار ومشرکین کے سرداروں کو گذشتہ زمانوں کے کفار کی تباہی وبربادی کی اطلاع دی گئی یہ انذار ڈرانے کے لئے ایک اشارہ تھا، پھر قرآن کریم کے دھیرے دھیرے نزول

میں چھ بار اس کی تذکیر یاددہانی کرائی گئی حتی کہ سورہ ص نازل ہوگئی۔

غور وفکر کرنے والا دیکھتا ہے کہ ان چھ نصوص میں یہ بات تدریج ارتقائی کے طور پر بیان مختار کے اسلوب میں آئی۔

ذیل میں ان نصوص میں تدرج کے ساتھ آنے والی تنبیہ کی تفصیل پیش کی جارہی ہے:

ا-اولاً یہ بیان استفہامیہ اسلوب میں آیا جس میں کسی شیئ معین کو خطاب نہیں کیا گیا تھا اس لئے اس میں انفرادی خطاب کے طور پر ہر شخص شامل ہے۔

یہ اللہ عزوجل کے ارشاد سورہ فجر (ترتیب قرآن نمبر ۸۹ ترتیب نزول نمبر ۱۰) میں ہے:

"ألم تر كيف فعل ربک بعاد ، إرم ذات العماد، التی لم يخلق مثلها فی البلاد، وثمود الذين جابوا لصخر فی الواد، وفرعون ذی الأوتاد، الذين طغوا فی البلاد، فأكثروا فيها الفساد، فصب عليهم ربک سوط عذاب، إن ربک لبالمرصاد"(۶-۱۴)۔

(تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اوران میں بہت فساد پھیلایا تھا آخر کار تمہارے رب نے ان پرعذاب کا کوڑا برسادیا، حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے)۔

پھر یہ بیان اصحاب اخدود کی تباہی و بربادی کی خبر کے اسلوب میں آیا اور یہ خبر سختی اور شدت کے ساتھ دی گئی۔

یہ اللہ عزوجل کے ارشاد سورہ بروج (ترتیب قرآنی میں ۸۵ اور ترتیب نزول میں

۲۷) میں آیا:

"قتل أصحاب الأخدود، النار ذات الوقود إذهم عليها قعود وهم على ما يفعلون بالمؤمنين شهود وما نقموا منهم إلا أن يؤمنوا بالله العزيز الحميد الذى له ملك السموات والأرض والله على كل شئ شهيد"(۴-۹)۔

(مارے گئے گڑھے والے (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی، جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کررہے تھے اسے دیکھ رہے تھے، اوران اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے اور اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے)۔

۳- پھر یہ بیان عتاب آمیز استفہام کے اسلوب میں آیا جس کا رخ ان لوگوں کی طرف تھا جنہوں نے رسول کی اور قیامت کے دن کی عام طور سے تکذیب کی۔

یہ بیان سورہ المرسلات ترتیب قرآنی نمبر ۷۷ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۳) میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد میں آیا:

"ألم نهلك الأولين ثم نتبعهم الآخرين كذلك نفعل بالمجرمين" (۱۶-۱۸) (کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا، پھرانہی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے مجرموں کے ساتھ ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں)۔

۴- پھر یہ بیان واضح طور پر کفار مکہ سے ذکر کے انداز میں آیا جس میں ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہے جن حالات میں ماضی سے ہلاک ہونے والے دوچار ہوئے اگر ان کے حالات ان جیسے ہی ہوگئے تو ان کو بھی اسی تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ بیان سورہ ق (ترتیب قرآنی نمبر ۵۰ اور ترتیب نزولی نمبر ۳۷) میں اللہ عزوجل

کے اس ارشاد کی شکل میں آیا:

"كذلك قبلهم قوم نوح وأصحاب الرس وثمود وعاد وفرعون وإخوان لوط وأصحاب الأيكة وقوم تبع كل كذب الرسل فحق وعيد"

(۱۲-۱۴) (ان سے پہلے نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور آخر میں میری وعید ان پر چسپاں ہوئی)۔

۵- پر ان کے لئے ملامت اور مذمت کے اسلوب میں آیا جب نہ انہوں نے نصیحت حاصل کی اور نہ اپنی حرکتوں سے باز آئے باوجودیکہ ان کے پاس ایسی خبریں آچکی تھیں جن میں زجر وتوبیخ تھی۔

چنانچہ سورہ قمر (ترتیب قرآنی میں نمبر ۵۴ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۷) میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"ولقد جاءهم من الأنباء ما فيه مزدجر حكمة بالغة فما تغن النذر"

(۴-۵) (ان لوگوں کے سامنے (پچھلی قوموں کے) وہ حالات آچکے ہیں جن میں سرکشی سے باز رکھنے کے لئے کافی سامان عبرت ہے اور ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہے مگر تنبیہات ان پر کارگر نہیں ہوتیں)۔

اور اس کے بعد اسی سورہ میں وہ باتیں آئیں جن سے پہلے تباہ و برباد ہونے والی کچھ قوموں کے قصوں کی قدرے تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۶- پھر یہ ذکر سورہ ص (ترتیب قرآن میں ۳۸ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۸) میں آیا جو اس ذکر سے مشابہ ہے جو سورہ ق میں آیا لیکن سورہ ص میں لفظی تاکید اور اس بات کا اضافہ ہے کہ ماضی میں تباہ و برباد ہونے والوں پر جب اللہ عز وجل نے ان کی تباہی و بربادی کے ذرائع

ووسائل نازل کردیئے تو انہوں نے پناہ طلب کرتے ہوئے پکارا لیکن ان کی پکار کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اللہ کی طرف سے آنے والے انصاف پر مبنی عذاب سے کوئی بچانے والا ہی آیا۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"**كم أهلكنا من قبلهم من قرن فنادوا ولات حين مناص**"(۳)(ان سے پہلے ہم ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں اور جب ان کی شامت آتی ہے تو وہ چیخ اٹھتے ہیں مگر وہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا)۔

اس طرح سورہ ص میں من قبلہم یعنی لفظ من کے اظہار کے ساتھ آیا ہے جبکہ سورہ ق میں صرف قبلہم آیا ہے اور سورہ ق میں ہل من محیص اور سورہ ص میں فنادوا ولات حین مناص آیا ہے۔

اس طرح بیان میں ترقی کے ساتھ صراحت مکمل ہوگئی۔

علم تربیت میں تحقیق اور غور وفکر کرنے والے اللہ تعالی کے اس تدرجی ارتقائی طریقہ سے بہت سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس رسالہ میں میں صرف اپنی مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ تدرج تعلیمی، تربیتی، قانون سازی یا تشریعی اور تطبیقی وغیرہ کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کی سنت سے متعلق قرآنی مثالوں سے کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔

چھٹی فصل:

اسلامی شریعت کے احکام کے نفاذ میں تدرج

اس سلسلہ میں ہمارے سامنے دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت اسلامی ماحول میں اسلامی معاشرہ کی ہے جس کا ایک طویل دور ممالک اسلامیہ میں گذرا جو اسلامی شریعت کے احکام پر عمل سے مطابقت رکھتے تھے اس معاشرہ کے افراد اسلامی احکام کے نفاذ کے سایہ میں امن وسلامتی سے لطف اندوز ہوتے ہوں انہوں نے اس کی حلاوت وشیرینی کا ذائقہ چکھا۔

دوسری حالت ان لوگوں کی ہے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں خواہ افراد ہوں یا جماعتیں یا قبائل اسی طرح جو لوگ اسلامی معاشرہ سے دور رہتے ہیں۔

اول: جہاں تک پہلی حالت کا تعلق ہے اس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا مدینہ اور اس کے گردونواح والا معاشرہ صادق آتا ہے جس کی حالت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور ان کے ماحول سے مطابقت رکھتی ہے اس کے لئے یہ معاشرہ ایک عظیم وشاندار نمونہ ہے۔

اصحاب رسول کے معاشرہ اور اس کے گردونواح پر شرعی احکام کے نفاذ میں پوری طرح تدرج کا نظام کا زور رہا ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالی کا کلام نازل ہوتا اور رسول اللہ ﷺ اس کو بیان فرماتے شرعی حکم بغیر کسی تاخیر کے نافذ ہوجاتا تھا اور سب خوش دلی سے اس کو قبول کر لیتے اور اس کی پابندی کرتے تھے، سوائے ان اعمال کے جو کسی خاص وقت سے متعلق تھے جیسے رمضان کے روزے یا جن میں تاخیر ہی مطلوب ہوتی تھی جیسے حج، یا جو مسلمانوں کے امام اعظم کے حکم کی توجیہ پر موقوف

تھے جیسے اللہ کیح راستہ میں قتال۔

اس طرح مسلمانوں میں سے جو اسلام پر قائم تھا اور جس نے اس پر قائم رکھنے کی حلاوت کا ذائقہ چکھ لیا تھا اور جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے لطف اندوز ہو چکا تھا اس کے پاس جیسے ہی شرعی حکم پہنچتا تھا وہ فوراً خود ہی خوش دلی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو جاتا تھا یا اسلامی ریاست اس کو نافذ کر دیتی تھی یا اسلامی ماحول کی تاثیر سے اس کا نفاذ ہو جاتا تھا اور بغیر کسی سختی کے مسلم حکمراں اس کو نافذ کر دیتا تھا۔

خود رسول اللہ ﷺ اپنے معاشرہ میں حکم شرعی کا نفاذ فرماتے تھے۔

پھر آپ کے صحابہ بھی لوگوں میں اس کے نفاذ کے پابند تھے، اس سلسلہ میں لوگوں کی نگرانی کرتے تھے اور جو امور ظاہری اور اعلانیہ طور پر پابندی کے متقاضی ہوتے تھے ان کا نفاذ کرتے تھے۔

اس سے اسلامی معاشرہ میں وہ صورت حال پیدا ہوئی جسے نظام حسبہ یا محاسبہ کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے نفاذ کی ایک مثال وہ ہے جسے مسلم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

'نبی ﷺ اناج کے ایک ڈھیڑ کے پاس گذرے تو اپنا ہاتھ ڈھیر میں داخل کیا جہاں آپ کی انگلیوں کو کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''اے اناج والے یہ کیا ہے؟، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بارش میں بھیگ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر تم اس کو اوپر کیوں نہیں کیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ یاد رکھو جو ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے شرعی احکام کی پابندی کی ایک مثال بخاری اور مسلم نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں ابوطلحہ کے گھر میں لوگوں کو شراب

پلا رہا تھا، نضیح (نضیح کھجور کی شراب ہوتی ہے کھجوروں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں خیر پیدا ہو جاتا ہے) کی شراب تھی، اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا کہ اعلان کردو شراب حرام قرار دے دی گئی ہے"۔

کہتے ہیں ابوطلحہ نے کہا جاؤ اسے بہادو، چنانچہ میں نے اسے نکال کر بہادیا یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔

کچھ لوگوں نے کہا جن لوگوں کے پیٹوں میں یہ موجود ہے وہ تو ہلاک ہو گئے تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا:

"ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا وآمنوا والله يحب المحسنين" (سورہ مائدہ: ۹۳) (ترتیب قرآن میں ۵ اور ترتیب نزول میں ۱۱۲)۔

(جولوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچتے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں پھر جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمان الہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں)۔

دوم: دوسری حالت یعنی جولوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے خواہ افراد کا معاملہ ہو یا جماعتوں کا اسی طرح جولوگ اسلامی معاشرہ سے دور ہوں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا عمل اور آپ کے اقوال نمونہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل یہ تھا کہ آپ سب سے پہلے اللہ پر ایمان کی دعوت دیتے تھے کہ اس کی ربوبیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کی اس طرح عبادت کرنے کی طرف دعوت دیتے تھے کہ اس کی خدائی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے جولوگ اس دعوت کو قبول کر لیتے

تھے انہیں نماز کا حکم فرماتے تھے پھر زکوۃ کا اور بتدریج تمام اسلامی ارکان کا حکم فرماتے تھے اور بڑے بڑے گناہوں مثلاً قتل بغیر حق، زنا، لوگوں کے مال باطل طریقہ سے کھانے اور ظلم و تعدی اور حد سے تجاوز کرنے وغیرہ سے روکتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پڑوس کے ممالک سے آنے والے وفود کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کرتے تھے ان کے ساتھ نرم روی اختیار کرتے ہوئے دینی احکام کے بیان میں تخفیف سے کام لیتے تھے، ان کے حالات اور ان کے ماحول کی رعایت فرماتے تھے۔

بخاری اور مسلم وغیرہ نے طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، اس کی آواز سننے میں آرہی تھی مگر وہ کیا کہہ رہا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا، یہاں تک کہ وہ قریب آگیا اس نے اسلام کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دن رات میں پانچ نمازیں۔

اس نے کہا کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ لازم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تم رضا کارانہ طور پر نفل کی شکل میں کچھ کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا اور رمضان کے روزے۔

اس نے کہا کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ لازم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تم نفل کی شکل میں کچھ کرو۔

طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص یہ کہتے ہوئے چل دیا اللہ کی قسم میں نہ اس میں کچھ بھی کمی زیادتی نہیں کروں گا''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اپنے اس عہد پر قائم رہا تو فلاح یاب ہو جائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ اپنے عہد پر قائم رہا تو جنت میں جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ بیعت کے وقت دین کے بڑے بڑے کلیات پر اکتفا فرماتے تھے۔

بخاری نے جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ اس امر کی شہادت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کے قیام، زکوۃ دینے، دھیان سے سننے اور اطاعت کرنے نیز ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی پر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا بیان اسلام میں داخل ہونے کے لئے دعوت اور شرعی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں اولیات کی ترتیب کی پوری وضاحت کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت جو ہدایات دی تھیں اس سلسلہ میں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔

بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا انہیں اس امر کی دعوت دینا کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اگر اس کی اطاعت کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اوپر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اموال میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں (اغنیا) سے لیا جائے گا اور ان کے غرباء (فقراء) کو دیا جائے گا۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

آپ اہل کتاب قوم کے پاس پہنچیں گے تو سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا پھر جب وہ اللہ کی پہچان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اوپر دن ورات میں پانچ

نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہیں خبر دینا کہ اللہ نے ان کے اموال میں سے زکوۃ دینا فرض کیا ہے جو انہی کے فقراء کو دی جائے گی جب وہ اس کو مان لیں تو ان سے زکوۃ لینا اور ان کے اچھے اموال لینے سے بچنا۔

اس حدیث کی بخاری، مسلم، ابن حبان ابن خزیمہ، سنن بیہقی، کبری اور سنن دار قطنی نے دوسری روایات اس سے ملتے جلتے الفاظ سے کی ہیں۔

اور یہ سب اولیات کے لحاظ سے نفاذ میں تدرج پر دلالت کرتی ہیں اور داعی کو شریعت اسلامیہ کے یکبارگی نفاذ کی اجازت نہیں دیتیں۔

دین کی تکمیل کے بعد قانون سازی میں تدرج کا موقوف ہونا نہ کہ نفاذ کا:

اور جب اللہ نے مومنوں کے لئے ان کا دین مکمل کر دیا تو اس کے قانون سازی میں تدرج موقوف کیا جب حج وداع رسول اللہ ﷺ کے موقع پر جمعہ کے دن لوگ آپ ﷺ کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے اللہ تعالی نے سورہ مائدہ (ترتیب قرآن میں ۵ اور ترتیب نزول میں ۱۱۲) میں یہ آیت نازل فرمائی:

"اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الإسلام دينا" (۳) (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کر کے میں راضی ہو گیا)۔

اب دین، اللہ کا دین ہے، اس میں دیئے گئے احکام اسی کے ہیں اور اگر مسلمان سب کے سب بھی اتفاق کر لیں تو بھی اللہ تعالی نے اپنی شریعت میں جس بات کو واجب کر دیا ہے اس کے وجوب میں تاخیر کا حق نہیں رکھتے، اسی طرح اپنی شریعت میں اپنے بندوں کے لئے جس چیز کو حرام قرار دیدیا اس کو حرام قرار دینے میں تاخیر کا حق بھی نہیں رکھتے۔

لیکن نفاذ میں تدرج کا سلسلہ موقوف نہیں ہوتا، جب کہ لوگوں کے حالات اہل عقل

ورشد وحکمت کے اجتہاد میں اس کا تقاضا کرتے ہوں۔

اسلامی حکمرانوں میں سے فقیہ حکماء اپنی استطاعت کے مطابق بعض شرعی احکام کے نفاذ کے سلسلہ میں تدرج کی سنت کے اتباع میں غور وفکر سے کام لیں گے۔

البتہ بعض ایسے شرعی احکام کے نفاذ میں تاخیر معتبر قرار نہیں دی جائے گی جو امارت میں امانت کی خیانت یا دین کی تحقیر یا شیطان کے نقش قدم پر چل کر معاشرہ کے استحکام کو کمزور کرتے ہوں، جبکہ معاشرہ میں اس کی شرطیں پوری ہو رہی ہوں اور وہ تمام ضروری وسائل جمع ہو چکے ہوں جو حکیمانہ انداز میں نفاذ کو آسان بنانے والے ہوں حکمراں کو بھی معاشرہ میں کسی قسم کا اضطراب پیدا کئے بغیر اس کا اختیار حاصل ہو چکا ہو۔

اس کی دلیل معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہ کی وہ وصیت ہے جو آپ نے ان کو یمن کی طرف بھیجتے وقت کی تھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور یہ نظام قائم کرنے کے لئے حکیمانہ تدبیر ہے۔

ساتویں فصل:

نفاذ کے مبادیات وترجیحات کے سلسلہ میں چند باتیں:

عصر حاضر میں امت اسلامیہ کے ممالک اور قبائل کے حالات کو دیکھتے ہوئے جو ایک طویل مدت سے اپنے نظام وقوانین شریعت اسلامیہ کے احکام سے بہت دور ہیں حتی کہ ان کی حالت اس جماعت جیسی ہوگئی ہے جو اسلام میں نئی نئی داخل ہورہی ہو جو قواعد وقوانین کے سلسلہ میں ابتدائی مرحلہ میں ہو، چنانچہ سرکاری ادارہ کی طرف سے انفرادی صورت میں نماز کا کوئی التزام نہیں ہے۔

اور دنیا بھر میں مسلمانوں میں بڑی بڑی حکومتوں کے جبر اور ہر جگہ ان کی پرفریب حرکتوں نیز اسلامی احکام ودین کی مخالفت میں قوانین کے صادر کرنے اور مسلمانوں وان کی حکومتوں کے خلاف شدید قسم کی الزام تراشیوں کو دیکھتے ہوئے اور ان ریاستوں کے ملحد اور فاسق مددگاروں کی موجودگی کو دیکھتے ہوئے جو امت اسلامیہ کے شعوب کی ....قومیت منسوب کرتے ہیں اور ڈیموکریسی کا تقاضا کرتے ہیں جس کے بارے میں دنیا بھر میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ ان کے اوپر نافذ ہونے والے قوانین اور نظاموں کے اختیار کرنے میں انہیں شرکت کا حق دیتی ہے۔

اہل عقل اور دانش اور اصحاب رائے کے لئے حکمت ودانش کی بات یہی ہے کہ وہ اس راستہ کو اختیار کریں جو غالب طاقتوں کی طرف سے نافذ کیا جارہا ہے، یا اقوام وریاستوں کے نزدیک جو آراء مقبول ہیں اور جو باتیں سنی جاتی ہیں، تدرج کی اس سنت پر اعتماد کریں گذشتہ فصلوں میں شرعی اور عقلی طور پر جس کا مستند بیان گذر چکا ہے اور جس میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ شرعی

تدابیر میں حکمت ودانش کا تقاضا یہ ہے کہ ان قوانین وضوابط کا التزام کیا جائے جو اللہ کی کتاب اس کے رسول کی سنت اور مسلمانوں کے اجماع نیز جن فقہاء پر اعتماد وبھروسہ کیا جاتا ہے ان کے راجح اجتہاد جو ماخوذ ہوں ساتھ ہی عصر حاضر کی فقہ اکیڈمیوں سے بھی استفادہ کیا جائے جو اس زمانہ کے بہترین فقہاء پر مشتمل ہیں جو مسلم ریاستوں کے لئے لازم ہیں اور جن کی ان ریاستوں میں معاشرے اطاعت کرتے ہیں ایسی سچی عزیمت کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوتے ہیں اور بغیر کسی دھوکہ وفریب کے ان قوانین وضوابط کے نفاذ وعمل پر توجہ دیتے ہیں اور حکمت ودانش پر مبنی تدرج کی شکل میں عملاً نافذ کرتے ہیں۔

اور مخصوص کونسلوں کی جانب سے کی جانے والی ممانعت پر دھیان دینے کی ضرورت ہے جن پر فقہی اکیڈمیوں اور ......نسلوں میں اعتماد وبھروسہ کیا جاتا ہے جن میں عالم اسلامی کے مسلم فقہاء میں سے اہل حل وعقد جمع ہوتے ہیں کہ پوری جماعت کے معاملات پر اتفاق ہو جائے کہ بڑی بڑی ریاستوں کے سامنے جمہوری طرز عمل پیش کر دیا جائے جو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے پسند کئے ہوئے دین کی مخالفت میں اپنے وضع کئے ہوئے قوانین کو جمہوری انداز میں پیش کرتے ہیں، اس کے بعد بھی مناسب یہ ہے کہ اتفاق رائے حاصل کرنے کی غرض سے عوام کے سامنے استصواب رائے کے لئے رکھ دیا جائے اور اس کے لئے دلسوزی کے ساتھ جمہوری طرز پر اعلان کر کے عوام کی رائے معلوم کی جائے، اور جن باتوں سے تدرج مبادیات کا پابند ہوسکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

اول: مبادیات وترجیحات میں مسلمانوں کے لئے ایسے اسلامی دینی تعلیم کے قوانین وضوابط کا صادر کرنا ہے جو عصری اسلوب کے مطابق ایسے طریقہ کے مطابق ہوں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے اور ان کی تکمیل کرتے ہوں اور ایسے مفہوم کے مطابق ہوں جو ان علوم سے صحیح طور پر ثابت ہوں جن کے بارے میں علماء نے قطعی رائے دی ہیں اور جو نفسیاتی خواہشات کی

پیروی کرنے والوں اور زمین میں فساد پھیلان والوں کی کج رویوں سے بہت دور ہوں اور ان طریقوں میں ایمانی عقائد واخلاق، دینی فکر کی اساس، عبادات کے احکام اور اسلامی خاندانی نظام کے احکام، جنگ وامن میں معاملات کے احکام، تعلیم کے ہر مرحلہ میں ابتدائی پرائمری ثانوی اور اعلی یونیورسٹی سطح تک کے تمام مراحل حتی کہ شرعی دلائل کے بیان کے ساتھ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنا وغیرہ سب کچھ شامل ہوں۔

ساتھ ہی جو دوسرے علوم تمام تعلیمی اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں جو باتیں اسلامی حقائق کے خلاف ہیں ان کا تنقید کیا جائے اور جو باتیں حقائق علوم سے مطابقت رکھتی ہیں ان سے استفادہ کیا جائے اس لئے اسلام حقائق پر مبنی ہے اس امر پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اسلام اللہ کا دیا جو دین حق ہے جو اس نے اپنے صادق اور امین رسول پر نازل فرمایا۔

دوسرے: تمام گروہوں اور آنے والے تمام زمانوں کے لئے حتی کہ انتہائی اعلی تعلیم کے لئے بھی لازمی قوانین اور نقشے تیار کرنا اس شرط کے ساتھ کہ آنے والی نسلیں میں اس تعلیم کے لئے اہلیت، ذہانت، دماغی صلاحیت، نفسیاتی آمادگی، جدوجہد کا جذبہ پایا جائے جن میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے زبردست وسائل مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے اور جس کے لئے ایک تعلیمی سال یا ایک جماعت میں ایک بار سے زیادہ بار بار ذہن نشیں کرانے کی گنجائش نہیں ہوتی اس کی اہلیت ودماغی صلاحیت ثابت کرنے کے لئے تعلیمی مصارف یا تمام میدانوں کا بوجھ بڑھ جائے گا۔

اور عام لوگوں یا تمام میدانوں کے لئے تعلیم کی تحقیق اس کے مصارف کی تکمیل کی خاطر مخصوص ٹیکسوں کی متقاضی ہوتی ہے۔

عام میدانوں میں تعلیم کے لئے جو ریاستیں آگے ہیں ان کے نظاموں سے استفادہ کرنا بہتر ہوگا، جنہوں نے تعلیم کے لئے مستحکم نقشے تیار کئے۔

تیسرے عام صحت کے انشورنس اور تعلیمی مصارف کی تکمیل کے لئے جن ٹیکسوں کی ضرورت ہو ان کے قوانین، نقشوں اور فیصلوں کے صادر کرنے میں مبادیات وترجیحات کو ملحوظ رکھنا، اس میدان میں جو ریاستیں آگے ہیں ان کے نظاموں سے استفادہ کرنا بہتر ہوگا۔

چوتھے: زکوۃ کی وصولی اور اس کے مستحقین پر خرچ کے نظام کے لئے قوانین نقشے اور فیصلے صادر کرنے میں مبادیات وترجیحات کو ملحوظ رکھنا جو وصولیابی اور خرچ کے لئے عصر حاضر کے جدید وترقی یافتہ طریقوں کے مطابق ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اجتماعی، اقتصادی انشورنس کے قوانین نقشوں اور فیصلوں کو صادر کرنا ضروری ہوگا۔

پانچویں: ایسے قوانین کا شامل کرنا جن میں شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق مسلم خاندان کے نظام کے احکام شامل ہوں اور جن کی قرآن وسنت اور شریعت اسلامیہ کے تمام مصادر تائید کرتے ہوں۔

اس کے ضمن میں وہ وراثتی نظام بھی آتا ہے جو اللہ تعالی نے قائم کیا ہے اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان کیا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ ان فقہاء کے خاندانی نظام سے مطابقت کی جائے جن پر پورے عالم اسلام میں اعتماد وبھروسہ کیا جاتا ہے اور جو مذہبی بھی تعصب سے بالاتر ہوکر اور ان شدت پسندیوں کے دور رہتے ہوئے ہوئے جن کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے فقہی اجتہاد سے کام لیتے ہیں۔

چھٹے: اس میں وہ تمام باتیں شامل ہیں جو لوگوں کے درمیان شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق مالی معاملات کے ضابطوں کے سلسلہ میں قوانین ونقشوں اور فیصلوں کے صادر کرنے میں گذر چکا کہ مختلف اسلامی مذاہب ومسالک میں سے قرآن وسنت اور دینی احکام کے

تمام مصادر کے دلائل کے مطابق راجح مسلک کو اختیار کیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی کمائی وخرچ کے مالی حقوق کی ضابطہ بندی کی جائے۔

ساتویں: اس کے ساتھ ہی ان قوانین نقشوں نظاموں اور فیصلوں کا صادر کرنا جو انسانی حقوق میں پانچویں ضروریات ودین جان ومال واسباب عقل اور عزت، شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق ہیں ان میں قصا اور پھر حدود کے احکام بھی شامل ہیں۔

آٹھویں: دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سودی اداروں کے مقابلہ میں اسلامی بنکوں کے نظام قائم کرنا اور جہاں تک ممکن ہو اسلامی بنکنگ سسٹم کو مستحکم کرنا اور دنیا بھر میں پھیلانا۔

تا کہ لوگوں کے مالی حقوق کی ضمانت دینے کے قابل مالی بنکنگ نظام کی عدم موجودگی کی بنیاد پر عذر کرنے والوں کے عذر کا قطعی اور مضبوط جواب بن سکے اور شریعت اسلامی کے احکام کے مطابق جائز نتائج پیش کر سکے۔

اس کے ساتھ ہی ایسے قوانین صادر کئے جائیں جو سود کو سختی ودوراندیشی کے ساتھ حرام قرار دے سکیں، کہ اس کا مناسب بدل بن جائے جو اس سے افضل اور احسن ہو اور عام لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہو اور جس میں قرض حسن کی ضرورت مندوں کے مال کے سلسلہ میں ظالم ولالچی لوگوں کے لئے دھوکہ دہی کی گنجائش نہ ہو۔

خاتمہ

یہ وہ باتیں ہیں جن کے سلسلہ میں اللہ تعالی نے مجھے شرح صدر عطا کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سلسلہ میں راہ حق، پختہ رائے، عقل ودانش پر مبنی فہم اور نتائج اخذ کرنے میں احسن طریقہ کی پیروی کی ہے اور عقلی ونقلی منصوص دلائل سے کام لیا ہے اور اختصار کے ساتھ حکمت ودانش سے فیصلے کئے ہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مسلمانوں کے اہل امرا کو اپنی شریعت کے ان احکام کے نفاذ کی طرف متوجہ فرمائے جن کو اس نے لوگوں کے لئے چنا ہے، خاتم الانبیاء والمرسلین پر پورا پورا نازل کیا ہے ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ ان احکام کی پابندی کریں اور اللہ واحد کو اپنا ولی بنائیں، کہ اس کے علاوہ کسی کو اولیاء قرار نہ دیں جب کہ خود اللہ عزوجل نے سورہ اعراف (ترتیب قرآنی میں نمبر ۷ اور ترتیب نزول میں نمبر ۳۹) میں فرمایا ہے:

"اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء قليلاً ما تذكرون" (۳) (تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو حالانکہ تم کم ہی یاد رکھتے ہو۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وسلام على عباده الذين اصطفى وأفضل الصلوة وأتم التسليم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

اس رسالہ کی تالیف سے دوشنبہ ۹/رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو فراغت پائی۔